اکوڑہ خٹک
الحق
نشاۃِ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق مدظلہ
حضورؐ نے فرمایا
تصویر بنانے والے قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ہوں گے۔ (بخاری)
مجھے باجوں، مزامیر اور بُتوں کے مٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مسند احمد)
مدیر
سمیع الحق

# دارالعلوم حقانیہ
## کی
# زیرِ تعمیر لائبریری

## عظیم الشان صدقۂ جاریہ میں حصہ لیجئے

پچھلے سال ہم نے دارالعلوم حقانیہ کے شایانِ شان کتب خانہ کی مستقل عمارت کی ضرورت کیطرف اہلِ خیر اور صاحبِ درد مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی، اور یہ کہ یہ عمارت دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم علمی مرکز کی تمام تحقیقی اور مطالعاتی ضروریات کے پیشِ نظر جدید طرز پر تعمیر ہونی چاہیئے، اس کے ساتھ دارالتصنیف، دارالافتاء، مؤتمر المصنفین، ماہنامہ الحق کے نئے دفاتر کا بھی ذکر کیا تھا۔ یہ سارا کام جو کئی لاکھ کے مصارف سے تکمیل پذیر ہو گا بحمداللہ اس کا ایک حصہ مکمل ہو چکا ہے، اب عمارت کا اصل حصہ (کتب خانہ کی تعمیر) کا کام باقی ہے جو قلمی، مطبوعہ، درسی اور غیر درسی کتابوں اور دارالمطالعہ کے الگ الگ حصص پر مشتمل ہو گا۔ سردست توکلاً علی اللہ لائبریری کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے، اور اس وقت زیرِ تعمیر منصوبہ پر دو لاکھ مصارف کا تخمینہ ہے۔ دارالعلوم کا سرمایہ محض اللہ پر توکل اور دینی درد سے بہرہ ور اہلِ خیر مسلمانوں کا جذبۂ تعاون ہے۔ اس اعتماد پر ہم تمام دردمند مسلمانوں کے جذبۂ اشاعتِ دین اور علم پروری کی بناء پر ملتمس ہیں کہ علمی زوال و انحطاط کے اس دور میں اس عظیم الشان کتب خانہ کی تعمیر میں حتی المقدور اور جلد از جلد دستِ تعاون بڑھائیں اور اپنے لئے صدقۂ جاریہ کا سامان پیدا کریں۔ اگر چند ہی مخلص حضرات اس تعمیری مد میں امداد فرما دیں تو یہ منصوبہ اسی سال انشاء اللہ تکمیل پذیر ہو سکے گا۔

وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ــــ اس سلسلہ میں بھیجی جانے والی رقومات کے ساتھ "برائے تعمیرِ کتب خانہ" کی وضاحت ہونی چاہیئے۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور، پاکستان

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دار العلوم ۔ ۴

فون نمبر رہائش ۔ ۲

مدیر : سمیع الحق

# اس شمارے میں



**بدل اشتراک**

پاکستان میں سالانہ ۱۵/ روپے ۔ فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

جلد نمبر : ۱۳
شمارہ نمبر : ۷

جمادی الاول ۱۳۹۸ھ
اپریل ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تذکارِ اسلاف

برصغیر کے علمی و دینی اور سیاسی و ملی محسنین جن کے وجود باجود سے برصغیر میں اسلام کی رونق قائم دائم رہی اور جن کی بے مثال اور خیر القرون کی مانند قربانی اور پیہم جہاد سے برصغیر اور بالآخر پوری دنیا میں یورپی سامراج کا جنازہ اٹھا۔ ہمارے ہاں چند مخصوص گروہوں نے موقع بہ موقع ایسے محسن ملک و ملت حضرات کے خلاف کردار کشی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ الحق کے پچھلے شمارہ میں اس پر مختصراً اظہار افسوس کیا گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کسی کی شکوہ و شکایت اور نالہ و شیون کی بنا پر اپنے عزائم مشؤمہ سے کب دست بردار ہو سکتے ہیں؟ ہمیں ٹھوس اور مثبت انداز میں بھی اس معاملہ پر سوچنا چاہیئے اور امتدادِ زمانہ اور خاص ظروف و حالات کی وجہ سے اسلامیانِ برصغیر کی اپنے محسن اسلاف کے احوال و سوانح اور ان کی علمی، سیاسی و ملی کارناموں سے جو غفلت اور بے خبری بڑھتی جا رہی ہے، اس کا بھی علاج سوچنا چاہیئے، جب خود ہمارے مدارس اور تعلیمی حلقے اپنے قابلِ فخر اسلاف و اکابر کے حالات کارناموں علمی مقام مجاہدانہ کردار اور ان کے افکار و نظریات سے کما حقہ، باخبر نہ ہوں تو اوروں سے کیا گلہ کیا جائے۔

حسنِ اتفاق کہ سالِ رواں میں برصغیر کی اسلامی اور علمی عظمتوں کا امین تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند اپنے صد سالہ دور مکمل ہو جانے پر تعلیمی جشن منانا چاہتا ہے، اس مناسبت سے دیوبندی مسلک و مشرب سے وابستہ تمام حلقوں کا فریضہ ہے۔ کہ موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں سے مسلمانوں کو متعارف کرانے کا بھرپور پروگرام مرتب کرے اور نہ صرف اپنے مدارس، خانقاہوں اور مساجد کی حد تک بلکہ جدید نسل اور نوجوان تعلیمیافتہ طبقوں تک تعارف کا یہ سلسلہ دراز ہو جب ہم دارالعلوم دیوبند کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد دیوبند کے ایک قصبہ میں واقع ایک جامعہ اور دارالعلوم نہیں بلکہ وہ عظیم الشان مکتب فکر اور بے مثال تحریک ہے جس کا آغاز حضرت حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہاتھوں اٹھارویں صدی کے اوائل میں ہوا یہ وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آخری دور تھا، ایک طرف برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف انگریزوں کی صبح کاذب نمودار ہونے لگی۔ ایسے حالات میں اس مکتب فکر کے بانی نے جس ہمہ گیر انقلابی پروگرام کا خاکہ بنایا اس کا عنوان تھا۔ فکّ کل نظام۔

یعنی — "جاہلیت پر مبنی ہر فکری، عملی اقتصادی معاشی سیاسی نظام کو تہس نہس کر دو —" تحریکِ دیوبند کا یہی
ماٹو بنا اور کفر و استبداد اور جاہلیت و ظلم کی ہر نشانی سے جنگ اس کا منشور ہوا۔ دار العلوم دیوبند کی اگر دوسرے
لفظوں میں تعبیر کی جائے تو وہ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہی الہامی اعلان ہی ہو سکتا ہے کہ۔ فکّ کل نظام
تعلیم و معاش اخلاق و سماج کے ہر ہر شعبہ میں ہمہ گیر انقلاب، حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اوّلاً تعلیم ہی کے ذریعہ
اس انقلاب کو منتقل کیا، پھر ان کے فرزند اور جانشین نے پچاس سال تک انقلاب کے اس پودے کی آبیاری
کی اور امیر المومنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی شکل میں یہ پودا تناور درخت بن گیا، اور اسکے
ثمرات سے برصغیر کا مشرق و مغرب مالامال ہونے لگ گیا۔ اصلها ثابت و فرعها فی السماء۔ گویا سید شہیدؒ
اور ان کے رفقاء نے اس انقلابی خاکہ میں عملی رنگ بھر دیا اور بالآخر انقلاب کا یہ سارا پروگرام تعلیمی، عملی، سماجی
سیاسی، تجربہ گاہوں سے گذرتے ہوئے اور جہاد و جہد کی بھٹیوں میں کندن بنتے ہوئے۔ "دار العلوم دیوبند"
کی شکل اختیار کر گیا۔ دیوبند کے مقدس بانیوںؒ نے اپنے ان انقلابی اساتذہ سے وہ سب کچھ اپنے وجود
میں جذب کر لیا تھا، جو امام الانقلاب دہلویؒ سے لیکر سید احمد شہیدؒ تک چاہتے تھے ——۔

شاہ ولی اللہؒ کا تفکر و تدبر شاہ عبد العزیزؒ کا سوزِ دروں وعظ و تدریس اور تعلیم کے ذریعہ مقصد
کی طرف پیش قدمی انتھک اور مسلسل جد و جہد، سید احمد شہیدؒ کی جہاد و عزیمت شاہ اسماعیل شہیدؒ
کی حمیت و صلابت، مجاہدین ستھانہ و باغستان کی سرمستی و جان سپاری، علماء صادق پور کی سرفروشی،
حاجی امداد اللہؒ کی زہد و روحانیت، رشید احمد گنگوہیؒ کی تبحر و فقاہت اور محمد قاسم نانوتویؒ کی نبوغ و
عبقریت، ان تمام خصائص اور امتیازات نے مل کر جو مجموعی ہیکل اختیار کیا اسکی تعبیر دار العلوم دیوبند کے
نام سے کی جانے لگی۔ دعوت و عزیمت کے یہ اساطین آسمان رشد و ہدایت اور دائرۂ تجدید دین کے
آفتاب و ماہتاب تھے اور اب ان ائمہ تجدید کی صلاحیتوں اور کاوشوں کا اجتماعی ظہور دار العلوم دیوبند کی شکل
میں ہو کر — اسے — جامع المجددین — کا مقام فاخرہ دے گیا۔

اس مقام دعوت و تجدید کی ذمہ داری صرف یہ نہ تھی کہ ملک اس اجنبی کافر طاقت کے پنجۂ استبداد
سے نجات پائے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں انسانیت کی اعلیٰ و ارفع قدروں کا دشمن بن کر
طوفان کی طرح چھا گیا تھا۔ بلکہ یورپ کے اس منحوس سامراج کے اقتدار و تغلب کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام کو
اس کے ملعون و مغضوب تہذیب و تمدن، خدا بیزار مغربیت سے بھی محفوظ رکھنا تھا، اور اس کے ساتھ
تعلیمی، معاشی اور اخلاقی ہمہ گیر انقلاب سے عالمِ انسانیت کو سرخرو کرنا بھی، یہ کتنا ہمہ گیر آفاقی اور کٹھن
پروگرام تھا۔؟ محدود و مادی اغراض کے انقلابی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے —— پروگرام کی ایک کڑی

تو مکمل ہوگئی، انگریز کو خائب و خاسر ہوکر نکلنا پڑا اور برِّصغیر کی آزادی کے نتیجہ میں جیسا کہ ہمارے انقلابی اکابر کا اندازہ تھا سارے ایشیا میں برٹش سامراج کا جنازہ اٹھنے لگ گیا، مگر یہ تو حصولِ مقصد کا ایک ذریعہ تھا ہمہ گیر انقلاب کیلئے پہلے دشمن کو نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر مقاصد کیطرف پیش رفت ہوتی ہے۔ انگریز تو نکل گیا، مگر بدقسمتی سے مغرب کی جگہ مغربیت نے لے لی اور اب مغربیت کا عفریت مسلمانوں کی تہذیبی، معاشرتی، تمدنی، ثقافتی قدروں کو بری طرح روندنے لگا۔ (جاری ہے)

---

دل شق ہوا جارہا ہے کہ جنرل محمد ضیاالحق صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک تقریب میں یہ کیسے کہہ دیا کہ —— آرٹ کسی بھی قسم کا ہو خواہ مصوری ہو موسیقی ہو یا مجسمہ سازی اس کی تعریف و توصیف کرنا عین اسلام ہے —— اخباری بیانات کے مطابق اس موقع پر جنرل صاحب موصوف نے عورتوں کو چار دیواری میں مقید رکھنے کو بھی قومی نقصان قرار دیا۔ ہمیں یقین نہیں آتا کہ جس شخص سے ملتِ مسلمہ نے اسلامی نظام برپا کرنے کی امیدیں وابستہ کی ہیں اور جو اٹھتے بیٹھتے اسلامی نظام کی ضرورت و اہمیت کا اعتراف بھی کر رہے ہوں —— یہ الفاظ ان کے ہوسکتے ہیں۔؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو آسمان پھٹ کیوں نہیں گیا اور زمین شق کیوں نہ ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم خدائے رب العالمین کی مسؤلیت اور احتساب کے مقابلہ میں کسی بھی مخلوق سے رو رعایت کے مجاز نہیں ہیں اس لئے نہایت درد سے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم ان خیالات سے بری ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے واضح قطعی اور منصوص احکام کی بناء پر تصویر سازی، موسیقی اور مجسمہ سازی قطعی حرام ہیں۔ اور نہ اسلام عورت کی بے پردگی کا قائل ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنرل صاحب کو ان مجاہدین کے نقشِ قدم پر چلائے جنہوں نے بت فروشی کی بجائے بت شکنی کو اپنا شعار بنالیا تھا۔

جنرل صاحب موصوف کے بارہ میں ہمیں سوءِ ظن نہیں اگر یہ خیالات ان کے ہیں تو غلط فہمی پر مبنی اور فوری اصلاح کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنرل صاحب موصوف کو فوری تنبیہ اور توبہ کی توفیق دے کہ اس پُر فتن اور نازک دور میں اسی میں ہمارا ان کا اور پورے ملک کا فائدہ ہے۔ ہم جنرل صاحب سے منسوب ان خیالات پر تفصیلی اظہارِ خیال کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

یکم جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

مولوی سید محمد فاروق بخاری لیکچرار
شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج سوپور

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنے دور میں جہاں اپنی وسعت علمی اور حفظ و فراست میں معروف و
شہور ہوئے وہیں ایک مدرس کی حیثیت سے بھی اپنے وقت میں لاثانی ثابت ہوئے۔ جس وقت وہ دارالعلوم
ہں علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ اس وقت ہندوستان کی سرزمین میں جلیل القدر مدرسین کا چراغاں تھا۔ مگر
ں کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے طریقۂ درس و تدریس نے ایک انفرادی حیثیت حاصل کی۔ بلکہ اسی کے
فیل دارالعلوم دیوبند عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بنا۔

قبل اس کے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے "امالی" پر کچھ لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ
صاحب کے بحیثیت مدرس پر تھوڑی سی روشنی ڈالی جائے۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے اس موضوع پر
ہی ایک بسیط مضمون لکھا ہے۔ مگر اپنے مخصوص طرز نے یہاں مولانا گیلانی کو دور دور تک پہنچایا ہے۔ اور
موضوع زیر بحث کو بہت کم مس کر پائے ہیں۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں ہے۔ کہ یہ مقالہ اہم معلومات بالخصوص
تفردات انور شاہ کا بہترین مجموعہ ہے، مولانا گیلانی کے علاوہ مولانا محمد یوسف[1] بنوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی[2]

---

[1] فیض الباری علی صحیح البخاری، مطبوعہ مصر۔ ج ۱ ص ۲۰ — ۲۳

[2] حیات انور: طبع دوم ص ۱۴۶ — ۱۴۸

اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے بھی جامع الفاظ میں حضرتؒ کی درسی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح حفظ و ذکا اور علم و تقویٰ ان کے وہبی کمالات ثابت ہوئے ایسے ہی تدریسی کمالات سے بھی وہ فطرۃً آراستہ تھے۔ جب وہ دارالعلوم دیوبند میں ایک مدرس کی حیثیت سے پہلے ہی دن درسگاہ میں داخل ہوجاتے ہیں تو ان کا اندازِ درس طلباء و مدرسین کے درمیان مورد بحث بن جاتا ہے مولانا محمود احمد نانوتوی صدیقی اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں :

"خوب یاد ہے کہ جب دفتر سے اس کا اعلان ہوا (کہ فقہ میں ہدایہ اولین اور ادب میں مقاماتِ حریری نئے استاد پڑھائیں گے) تو طلبہ نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا بلکہ چہ میگوئیاں تھیں کہ ہدایہ اور مقاماتِ حریری جیسی کتابیں ایک نئے مدرس کے یہاں رکھ دینا غلطی ہے۔ مگر ہوا کیا۔ دارالعلوم کے اس وقت کے نقشہ کے حساب سے نودرہ کے جنوب میں جو آخری درسگاہ تھی اس میں پہلے ہی دن کے درس سے وہ طلبہ جو حسبِ عادت نئے مدرس کو تنگ کرنے کے لئے خوب تیار ہو کر گئے تھے، وہ حیرت زدہ ہو کر دھوم مچا رہے تھے۔ اور بول رہے تھے : واللہ انّہ بحرٌ لاساحلَ لہ۔ یہ الفاظ ایک مستعد قازانی طالب علم مولوی محمد جان ترکی کے تھے۔ ہفتہ بھر میں ہی آپ کی جملہ علوم و فنون میں ایک مجتہد کی حیثیت سے اس طرح شہرت ہوگئی کہ جیسے کوئی شخص خلافِ عادت عرش سے اتر پڑا ہو۔" [۲]

اسی پہلے سال کے شروعِ درس سے چند روز کے اندر اندر آپ کی بے مثل درسی عظمتوں کے شور و غل سے بعض فاضل مدرسین میں بھی بشری رنگ ابھر آیا اپنے درسوں میں وہ یہ کہتے ہوئے سُنے گئے کہ کشف الظنون سے کتابوں اور مصنفین کے اسامی رٹنے میں وقت ضائع کرنے والے بھی دنیا میں مولوی ہوتے ہیں۔ پھر اصل حقیقت سامنے آجانے پر وہی اساتذہ اخیر تک آپ کی رفعتوں کو سر اونچا کر کے جھانکتے ہوئے خدا کی اس مَوہِبَتِ عظمٰی کا برملا اقرار فرماتے تھے اور تلمیذانہ انداز سے استفادہ کی فرصتوں کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ فرحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔ [۳]

---

[۱] مولانا انور شاہ کشمیری : حیات اور کارنامے، علی گڑھ ۱۹۷۴ء : ملاحظہ ہو "پیشِ نظر"

[۲] حیات انور : طبع دوم ص۔ ۵۹

[۳] حیاتِ انور : طبع دوم ص۔ ۶۰

حضرت شاہ صاحب کے درسی کمالات نے نہ صرف ان کو عظمت و بلندی کے اونچے مقام پر فائز کیا بلکہ اس سے دارالعلوم دیوبند کو چار چاند لگ گئے دیوبند کے شدید مخالفین بھی دب گئے اور سنجیدہ مخالفین نے اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر دوستی و محبت کا قدم آگے بڑھایا۔ حضرت ہی کے زمانے میں جب کہ درس کی شہرت اوج کمال پر تھی، علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحبزادہ آفتاب احمد خان دیوبند تشریف لائے اور حضرت کے درس میں شمولیت کی اور درس ختم ہونے پر اپنا تاثر ان الفاظ میں پیش کیا :

"آج آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر سامنے آیا۔ یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشا کو دیکھا[۱]

یہ آپ کی تدریسی شان ہی ہے جس نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کو بھی آپ کو مدرسۂ عالیہ کلکتہ لانے کے لئے بے چین کر رکھا تھا[۲]۔ جب شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق کیا تو ڈابھیل کے معمولی مدرسے نے دوسرے دیوبند کی صورت اختیار کی اور دو ایک سال کے اندر اندر یہ حال ہُوا۔ جیساکہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں :

"مولانا انور شاہ صاحب، مولانا بشیر احمد اور مولانا سراج احمد نے یہاں دوسرا دیوبند قائم کیا بہت سے سرحدی اور ولایتی، بنگالی اور ہندوستانی طالب علم بھی ان کے ساتھ آئے اور چند سال تک زور و شور سے ان صاحبوں کا وہاں درس جاری رہا۔[۳]

جاننے والے ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ درس حدیث میں حضرت شاہ صاحب مختارات امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تائید میں مواد پیش کرنے کی ممکن بھر کوشش کرتے تھے۔ عقائد اور معاملات میں بھی وہ اپنے اسلاف سے سر مو منحرف ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ تدریس و تعلیم کے اس طرز سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو ظاہر ہے مانوس اور متاثر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ فکر و نظر کی آزادی یہاں محدود تھی۔ یعنی حضرت شاہ صاحب غیر مقلد ہونے کے باوجود مقلد نظر آتے ہیں۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود حضرت کی تحقیق کے آگے یہ تقلید، تقلید نہیں رہتی ہے۔

---

۱؎ حیاتِ انور : طبع اوّل بحوالہ انوار الباری۔ ج ۲ ص ۲۴۵

۲؎ ذکر آزاد : عبدالرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ کلکتہ ص ۴۸ - ۴۹

۳؎ "معارف" اپریل ۱۹۵۰ء

اصل بات یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب اگرچہ اپنے شیوخ و اکابر کے نقوش ہی پر گامزن تھے مگر وہ تقلیدی طور پر ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ تحقیقی طور پر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی بے پناہ وسعت علمی سے دکھایا کہ ہمارے بزرگان دین ہی حق پر تھے، اور پھر اس حق کو آفتاب کی طرح نمایاں کرتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرتؒ نے ہم عہد ہندوستان میں سب سے پہلے تنقید کا معیار بلند کیا۔ جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔ علماء دیوبند میں پہلے حضرتؒ نے ہی حافظ ابن تیمیہؒ کی عظمت و جلالت کا رفیع الفاظ میں اعتراف کیا۔ اور جگہ جگہ ان کے اقوال و افادات پیش کئے۔ دوسری طرف بلا کا حافظہ اور استحضار تھا۔ ان ساری چیزوں نے مل کر ان کے درس کو قابل رشک بنا دیا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ بڑے مؤثر الفاظ میں لکھتے ہیں:-

"حضرت شاہ صاحبؒ کے درس حدیث میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوئیں جو عام طور سے دروس میں نہ تھیں اور حضرت شاہ صاحب کا انداز درس درحقیقت دنیائے درس و تدریس میں ایک انقلاب کا باعث بنا۔"[1]

حضرت شاہ صاحبؒ ہندوستان کی اسلامی درسگاہوں کے مدرسین میں وہ منفرد مدرس تھے۔ جن کے سامنے درس و تدریس کے چند اصول اور قواعد تھے۔ وہ خود فنا فی العلم تھے۔ اُن کے علم کو ان کا قوتِ حافظہ ہر وقت تیار رکھتا تھا۔ دوسری طرف وہ ایک عالم دین ہونے کے باوجود علم میں تنگ نظر واقع نہ ہوئے تھے وہ علومِ عقلیہ اور علوم جدیدہ سے بھی بہرہ ور تھے، ان اوصاف و کمالات نے ان کو کامیاب بنا دیا۔ جو ان کی مجلس میں بیٹھتا وہ جھومتا، اُن کے بعد پھر کبھی دارالعلوم دیوبند نے اس شان کا مدرس پیدا نہیں کیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب علامہ رشید رضا مصری ندوۃ العلماء لکھنؤ یہاں سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور آخر میں علی گڑھ سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو علامہ مرحوم نے یہاں یہ جاننے کی خواہش ظاہر کی کہ یہاں علم حدیث کیسے پڑھایا جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اسکی وضاحت اپنی جوابی تقریر میں جس طریقہ پر کی اس کا اندازہ اُسے پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ اس مختصر مگر پُر مغز تقریر میں درس و تدریس کے قواعد اور ملحوظات بیان کئے۔ خاص طور پر "فقہ حدیث" اور "درس الحدیث"[2] کی وضاحت کرکے بتایا کہ ہم کسطرح احادیث کو روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور یہ کہ ہم بحث کے دوران تحقیق مناط، تخریج مناط اور تنقیح مناط کو کام میں لاکر

---

[1] حیاتِ انور: طبع دوم۔ ص ۲۳۵

[2] نفحۃ العنبر: مولانا محمد یوسف بنوری ص ۲۸

فکر و فہم کا دامن بھی نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح پورے اعتماد کے ساتھ تائید مذہب حنفی کی بحث چھیڑ دی اور مثالوں سے سمجھایا کہ ہم یہ تائید آنکھ بند کر کے نہیں کرتے بلکہ پہلے خوب تحقیق و تفحص کرتے ہیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ یہ تقریر سننے کے دوران علامہ مصری بار بار یہ الفاظ دہراتے تھے۔

"مارایتُ مثلَ ھذا الاستاذ الجلیل قطّ" ؎۱

علامہ رشید رضا مسلکاً شافعی تھے اور حضرت شاہ صاحب امام ابوحنیفہ کے شیدائی۔ اس اختلافِ مسلک کے باوجود جب حضرت شاہ صاحب نے اپنے درس و تدریس کے ضوابط بیان کئے۔ تو علامہ نے یہ کہہ کر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔

شیخ انور شاہ نے جو اصول میرے سامنے بیان کئے اور جو مسلک اپنے ۔۔۔۔ مشائخ کا مجھے بتلایا میں اسکو پسند کرتا ہوں۔" ؎۲

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے مسلک اور طریقۂ درس کے بعد اس کا بھی صاف اعتراف کیا کہ مدرسہ ابھی طریقۂ تعلیم میں اصلاح کا محتاج ہے اور پھر اپنے اصلاحی خیالات بیان کئے جن کو سن کر علامہ نے اپنی جوابی تقریر میں فرمایا:

"حضرات! اصلاح طریقۂ تعلیم کے متعلق جو خیالات میں نے آپ کے سنے ہیں، میں ان کو غیبی بشارت سمجھتا ہوں۔" ؎۳

اس تقریر کے بعد حضرت شاہ صاحب نے پورے پندرہ سال تک نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ دیوبند میں درس دیا۔ اور اس دوران میں وہ ساری کی پوری کر دی جسکی طرف علامہ مصری کے روبرو اشارہ کیا تھا۔ پھر تو حال یہ ہوا (بالفاظِ علامہ سید سلیمان ندویؒ)

"حضرت شیخ الہندؒ کے زمانۂ جنگ میں ہجرت کے بعد سے ۱۹۲۹ء تک صدر مدرسی کا عہدہ اس خوبی سے انجام دیا کہ چین سے لیکر روم تک ان کے فیضان کا سیلاب موجیں لیتا رہا۔" ؎۴

---

؎۱ مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۱

؎۲ التربیۃ والتعلیم: یعنی تقاریر علامہ رشید رضا مصری علی گڑھ ص - ۱۲۱

؎۳ ایضاً ص ۱۲۷

؎۴ "معارف" جولائی ۱۹۳۶ء : شذرات

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :-

| | |
|---|---|
| اشتغل بتدریس سنن الترمذی | یعنی حضرت شیخ جامع ترمذی اور صحیح بخاری |
| وصحیح البخاری وانتہت الیہ رئاسۃ | پڑھانے میں مشغول ہوئے اور پورے ہندوستان |
| تدریس الحدیث فی الہند وبقی مشتغلاً | میں تدریس حدیث کی سرداری انہی پر ختم تھی |
| بہ مدۃ ثلاث عشرۃ سنۃ فی | پورے تیرہ سال تک نہایت تحقیق اور رسوخ |
| تحقیق واتقان وتوسع فی نقل المذاہب | کے ساتھ یہ خدمت انجام دی درس مذہب |
| ودلائلہا واستحضار للنقول واطلاع | مختلفہ اور ان کے دلائل پوری شرح وبسط |
| علی دواوین السنۃ وشروح الحدیث | کے ساتھ نقل کرتے تھے یہ سارے نقول مستحضر |
| وکتب المتقدمین ۔ [1] | تھے ۔ تیز علم حدیث کے جملہ ذخیرے اس کے شروح |
| | اور متقدمین کی تصانیف پر پوری آگاہی تھی ۔ |

...

یہ مولانا انور شاہ صاحب کی یگانہ تدریسی شان ہی تھی کہ ان کے حلقۂ درس میں بیٹھنے والے ان کے دروس و تقاریر قلمبند کرنے کی ممکن بھر کوشش کرتے تھے ان کے معاصرین میں شاید ہی کسی عالم دین کے اتنی تعداد میں امالی لکھے گئے ہوں گے، جتنے حضرت شاہ صاحبؒ کیطرف منسوب ہیں۔ ان میں چند زیور طبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔ کچھ مخطوطات کی شکل میں ابھی تک یوں ہی پڑے ہیں ۔ اور کچھ اہل علم کے امالی ضائع ہوئے ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے حضرتؒ کی اکیس کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں ۱۴ تصانیف ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور بالبقیہ سات آپ کے درسی تقاریر یا افادات ہیں جن کی آپ کے تلامذہ نے ترتیب دے دی ہے ۔ قاری رضوان اللہ صاحب نے مزید پانچ کتابوں کا اضافہ کیا ہے [2] جو یہ ہیں :- ۱۔ دعوت حفظ ایمان ۲۔ خلاصۂ تقاریر حضرت علامہ کشمیریؒ ۳۔ النور الفائض علی نظم الفرائض۔ ۴۔ الاتحاف المذہب الاحناف ۵۔ معارف السنن، اگر معارف السنن اگر معارف السنن بھی حضرتؒ کی فہرست تصانیف میں شامل کی جائے تو مولانا احمد رضا صاحب بجنوری کی ترتیب دی ہوئی دو کتابیں " انوار الباری علی صحیح البخاری " اور نطق الانور، بطریق اولیٰ شامل کرنے کے قابل ہیں۔ راقم کے پاس حضرتؒ کی ایک نظم ہے جسکی مولانا محمد ادریس سکھروڈوی نے شرح لکھی ہے یہ نظم ——

---

[1] نزہۃ الخواطر ج : ۸ ترجمہ : الشیخ انور شاہ الکشمیریؒ

[2] مولانا انور شاہ کشمیریؒ : حیات اور کارنامے، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

" الکفار الملحدین فی شئ من ضروریات الدین ۔" میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ مولانا سکھروڈوی کی یہ شرح " صدع النقاب عن جساسة الفنجاب " کے نام سے ۱۹۲۵ء میں مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ رسالہ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اب ہم حضرتؒ کی درسی تقاریر پر روشنی ڈالتے ہیں جو اس مقالے کا موضوع ہے۔ پہلے "ان امالی" کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو گم ہوئی ہیں یا چوروں نے چرائی ہیں اور کتابوں میں صرف ان کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے کسی وقت کسی صاحب علم کے ہاتھ یہ آجائیں اس طرح یہ علمی سرمایہ محفوظ رہے۔

۱۔ امالی صحیح مسلم از مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی الحسنی (برادر اکبر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) ڈاکٹر صاحب مرحوم حضرت شیخ الہند اور علامہ انور شاہ کشمیری کے اخص تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| کان من اساتذته الکبار العلامة | ان کے بلند پایہ اساتذہ میں علامہ الکبیر شیخ |
| الکبیر الشیخ انور شاہ الکشمیری و | انور شاہ کشمیری تھے۔ جنہیں ان کے سرعتِ |
| کان معجباً بجودة فهمه وحسن | فہم اور اسباق سلیقہ سے لکھنے پر تعجب اور |
| تقلیده للدروس [1] | فخر تھا۔ |

ڈاکٹر صاحب موصوف بھی حضرت شاہ صاحب کے درسی تقاریر قلمبند کرتے تھے۔ ان کے ایک مکتوب سے جو انہوں نے معتمد انوریہ لائبریری دیوبند کو لکھا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے شاہ صاحبؒ کے پاس ابوداؤد پوری اور صحیح مسلم کا بڑا حصہ پڑھا تھا۔ اور دونوں کتابوں کے اہم تقاریر نوٹ کئے تھے اسی خط میں لکھتے ہیں :۔

" حضرت کی تقریروں میں بعض ایسے مضامین ہوتے تھے جو حضرت سے پیشتر کسی نے بیان نہیں کئے۔" [2]

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی نظروں سے یہ مجموعہ گزرا ہے (بلکہ مطالعہ بھی کیا ہوگا) وہ لکھتے ہیں :

" ان تقریروں پر مولانا انور شاہ صاحبؒ کی نظر پڑی تھی اور انہوں نے ان کو پسند کیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے تصحیح و اضافہ بھی فرمایا۔" [3]

---

[1] البعث الاسلامی، لکھنؤ، عدد ممتاز شوال ۱۳۹۵ھ ص ۱۵۵

[2] بحوالہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۵۷    [3] حیات عبدالحی، ندوۃ المصنفین دہلی ص ۳۵۳

مگر حضرت مولانا ندوی افسوس کے ساتھ آگے لکھتے ہیں کہ :۔

"یہ مجموعہ میری غفلت سے تلف ہوگیا ہے کسی صاحب نے مطالعہ کے لئے لیا پھر واپس نہ کیا۔ بھائی صاحب مرحوم کو اس کا بہت افسوس رہتا ہے"۔ [۱]

ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ بالا مکتوب میں لکھا ہے کہ اس مجموعہ کی دو اور فضلاء نے نقل لی تھی ایک جناب خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی (شاگرد مولانا انورشاہ صاحبؒ) اور دوسرے خلیل بن محمد الیمانی مولانا ابوالحسن صاحب کے استاد، خدا کرے ان بزرگوں میں سے کسی کے پاس یہ مجموعہ موجود ہو۔

۲۔ دوسرا مجموعہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا تھا۔ اس کا انکشاف جناب مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہٗ نے کیا ہے۔ اپنے ایک مضمون میں مولانا اکبرآبادی صاحب لکھتے ہیں :۔

"میں (مولانا اکبرآبادی صاحب) جس سال دورۂ حدیث میں تھا اس سال بھی یہ (حضرت مجاہد ملت) صحیح بخاری کی سماعت بڑی پابندی سے کر رہے تھے۔ اور میرے لئے حضرت شاہ صاحب کی تقریر قلم بند کرتے تھے۔ میرے پاس بھائی حفظ الرحمٰن صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ دو موٹی موٹی کاپیاں محفوظ تھیں مگر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں جب گھر لٹا تو وہ کاپیاں بھی نہ رہیں۔ [۲]

۳۔ مجموعہ افادات مرتبہ مولانا قاری محمد طیب صاحب۔ مولانا مدظلہٗ نے بھی خود اس ضخیم مجموعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف الانواع تحقیقات جمع کئے تھے مگر یہ مجموعہ بھی تلف ہوا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"میں نے ان مختلف الانواع تحقیقات کو دیکھ کر ایک املائی کاپی تیار کی جس کے چوڑے اوراق میں چھ سات کالم بنائے اور ہر کالم کے اوپر والے سرے پر فنون کے عنوان ڈال دیئے، یعنی مباحث حدیث و مباحث تفسیر، مباحث عربیت (صرف و نحو) مباحث فلسفہ و منطق و مباحث ادبیات (جن میں اشعار عرب اور فصاحت و بلاغت کی بحثیں آتی تھیں۔ مباحث تاریخ وغیرہ۔ پھر فنون عصریہ کے لئے ایک کالم رکھا۔ کیونکہ موجودہ دور کے فنون جیسے سائنس، فلسفہ جدید اور ہیئت جدید وغیرہ کے مباحث بھی بذیل بحث حدیث میں آتے تھے۔ میں کالم وار ان مباحث کو املا کرتا جاتا تھا۔ ان فنی مباحث کے

---

[۱] حیات عبدالحی، ندوۃ المصنفین دہلی۔ ص ۳۵۳

[۲] الجمعیۃ۔ دہلی۔ مجاہد ملت نمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۲۵

کالموں کے سرنامہ پر عنوان تھا : قال الاستاذ اس میں وہ فیصلے درج کر لیا کرتا تھا ۔ جو مسائل کی تدقیق و تنقیح کے بعد بطور آخری نتیجہ کے حضرت یہ کہہ کر ارشاد فرمایا کرتے کہ میں کہتا ہوں ؛

" افسوس کہ یہ بیاض جو تقریباً چار سو پانچ سو صفحات پر مشتمل تھی ایک کرم فرما طالب علم نے مستعار مانگی اور میں نے اپنی طالبعلمانہ ناتجربہ کاری سے چند روز کے لیئے ان کے حوالہ کر دی ۔ انہوں نے وہی کیا جو کتاب کو عاریتہً مانگنے والے طلبہ کرتے ہیں یعنی چند دن کے بعد میرے مطالبہ پر فرمایا کہ میں تو دے چکا ہوں آپ کو یاد نہیں رہا ۔" (حیات انور ص ۲۴۱)

اس طرح سے یہ ذخیرہ جس کو حضرتؒ کے بہت ہی قریبی شاگرد نے کافی محنت کے بعد تیار کیا تھا کھو گیا ۔

۴۔ امالی از مولانا عبدالقدیر و مولانا عبدالعزیز : یہ دونوں حضرات مولانا انور شاہ صاحبؒ کے تلامذہ میں سے ہیں ۔ دونوں بزرگوں نے مدرسۂ اسلامیہ ڈابھیل میں درس بھی دیا ہے ۔ مولانا عبدالقدیر نے ڈابھیل کے بعد مدرسۂ عربیہ فقیر والی ریاست بہاولپور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے ، ان دو فضلاء نے بھی حضرت شاہ صاحب کے درسی تقاریر قلمبند کئے تھے جو معلوم نہیں آج موجود ہیں یا نہیں ، البتہ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ نے فیض الباری علی صحیح البخاری میں ان سے استفادہ کیا ہے اور کئی مقامات پر ان کا حوالہ بھی دیا ہے اور اقتباسات بھی پیش کیئے ہیں جن کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مجموعے تحقیقات و نوادرات کے گراں قدر خزانے ہوں گے فیض الباری کے مقدمہ میں مولانا بدر عالمؒ نے صراحت کیساتھ لکھا ہے ۔

" نحمد اللّٰہ عزّ وجلّ ما رزقنی من تقریری الفاضلین اللّذین قرا علیہ الصحیح ثلاث مرات ضبطاً عنہ ما ضبطا بعد تدرّب لیل و نھاراً عنی بھما الفاضل عبدالقدیر و عبدالعزیز الأستاذین بالجامعۃ الاسلامیۃ فلا اغمط برھما مادمت حیاً ۔"

یعنی اللہ کا شکر ہے کہ مجھے دو ایسے فضلاء نے تقاریر عطا کئے جنہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس تین مرتبہ صحیح بخاری کا درس لیا اور دن رات عادی بن کر دروس و افادات قلمبند کئے ۔ میری مراد فاضل عبدالقدیر اور فاضل عبدالعزیز (کاملپوری) سے ہے جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے اساتذہ بھی ہیں ۔ میں تادم آخر ان کے احسان کا شکر گزار رہوں گا ۔

(بشکریہ ۔ برھان ۔ دھلی)

ہو سکتا ہے کہ بعض مغرب زدہ افراد جو یورپ کی مشینوں کو دیکھ کر مسحور ہو چکے ہیں۔ یہ کہیں کہ مذکورہ بالا آراء یا اسی قسم کی دوسری آراء محض بعض افراد کی ذاتی آراء ہیں۔ اس اعتراض کے مدنظر اب ہم ایسی کتاب کا حوالہ دیں گے جو انگلینڈ کی سرکاری مرکزی صحت کی کونسل کیطرف سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب بڑے وسیع اور اعلیٰ پیمانے پر تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے۔ اس تحقیق میں کمپوٹر کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ اور اخراجات نوفیلڈ فاؤنڈیشن نے برداشت کئے ہیں۔

اب مذکورہ ماہرین و محققین کا اجماعی بیان ملاحظہ ہو۔ آپ صاحبان فرماتے ہیں :

*Those who are worried about the extent of premarital Sexual intercourse among teenagers must accept that these activities can not be eliminated altogether in the foreseeable future. Murdock (1949), on the basis of evidence compiled from a woldwide sample of 158 societies, found that premarital intercourse was permitted in 70 per cent of them; in the other Societies restraints reinforced by disgrace and punishments were not always effective in preventing young peaple from engaging in premarital intercourse. The most effective way to prevent teenage sexual activities would be to decrease*

*the opportunities by reintroducing ideas like chaperonage of girls and further segregation of the sexes. Descriptions of a Chinese school (Huang, 1964) and of family life in the Soviet Union (Mace, 1963) make it clear that adolescent immorality can be reduced if not eliminated. But if this is what is required, we shall also have to accept a measure of communist discipline and a reduction in personal freedom.*

PAGE. 233

ترجمہ :- نوعمری کی جنسی حرکات کو روکنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ مواقع کم دئے جائیں یعنی لڑکیوں کی نگرانی کے متروکہ طریقوں کو دوبارہ رائج کیا جائے اور دونوں جنسوں (یعنی لڑکے لڑکیوں) میں مزید علیحدگی اور دوری پیدا کی جائے[1] ( FURTHER SEREGATION OF SEXES )
چینی اسکول کی تفصیلات (ہوئینگ ۱۹۶۴) اور سوویٹ یونین میں خاندانی زندگی کے ذکر (میس ۱۹۶۳) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوعمری کی بدچلنی اگر بالکل ختم نہیں تو کم کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہمیں ایسا کرنا ہے تو ہم کو کمیونسٹ قسم کا سخت نظم اختیار کرنا پڑیگا۔ اور فرد کی آزادی میں بھی کمی کرنی پڑے گی۔

سوشل سامراج یعنی ظلم کی معراج | برٹرینڈرسل اپنی خودنوشت سوانح میں لینن کے دور حکومت میں روس کا سفر کرتے ہوتے لکھتا ہے :

"جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے جو وقت روس میں گذارا ہے وہ ایک ایسا ڈراؤنا خواب تھا جو اپنی خوفناکی میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ خوفناک ہوتا رہا۔ میں پیشتر بھی ان حقائق کا اظہار کر چکا ہوں جو روس کے سفر کے دوران میں مجھ پر کھلے مگر میں نے اس انتہائی خوف اور دہشت کا ذکر نہیں کیا جو سفر کے دوران مجھ پر طاری رہی۔ ظلم، غربت، بے اعتباری اور جبر و تشدد اس ہوا میں رچے بسے تھے جس میں ہم سانس لیتے تھے۔

---

[1] یعنی مخلوط سوسائٹی اور اختلاط کے مواقع کم کر دئے جائیں۔

[2] THE SEXUAL BEHAVIOUR OF YOUNG PEOPLE

by MICHAEL SCHOFIELD A PELICAN BOOK

PAGE. 233

---منافقانہ طور پر برابری کی باتیں کی جاتی تھیں[1] ---پیٹروگراڈ میں ایک موقع پر چار بدحال نحیف ولاغر ( SCARE CROWS ) مجھ سے ملنے آئے - یہ چاروں چیتھڑوں میں ملبوس تھے۔ ان کے ناخن گندے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور کوئی دو ہفتوں سے وہ ڈاڑھی نہیں مونڈ پائے تھے۔ ان میں سے ایک کو حکومت نے اوزان شعر پہ لیکچر دے کر اپنی روزی کمانے کی اجازت دے دی تھی[2] مگر اس کو یہ شکایت تھی کہ اسکو کہا جاتا ہے کہ اس مضمون کو مارکسی نکتہ نگاہ سے پڑھاؤ۔ مگر یہ بات اسکی سمجھ سے بالاتر تھی کہ شعر کے وزن کے علم میں مارکس کا کیسے دخل ہو گیا۔

پیٹروگراڈ کی ریاضی کی سوسائٹی کے لوگ بھی اسی طرح کی حالت زار میں تھے---- میں نے انگلینڈ میں کبھی کسی بدحال آوارہ گرد ( TRAMP ) کو بھی ان ریاضی دانوں جیسی حالت زار میں نہیں دیکھا تھا۔ KROPOTKIN سے ملنے کی اجازت مجھے نہ ملی اور وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا---- مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ تمام چیزیں جنکو کہ میں انسانی زندگی میں عزیز سمجھتا ہوں ان کو ایک تنگ نظر فلسفہ کی خاطر قربان کیا جا رہا ہے۔ اور اس عمل میں کروڑوں انسانوں کو ناقابل بیان مصیبت اور بدحالی سے دوچار کیا جا رہا ہے---- بالشویکوں کے اجتماعی پیداوار کے طریقے مضحکہ خیز تھے۔ دن کا ( MAIN ) بڑا کھانا، سہ پہر کے وقت ۴ بجے کھلایا جاتا تھا۔ اس میں اور اجزاء کے علاوہ مچھلیوں کے سر بھی ہوتے تھے۔ مجھے کبھی یہ نہ پتہ چل سکا کہ ان مچھلیوں کے جسم کہاں جاتے ہیں۔ اگرچہ میرا خیال ہے کہ ان کے جسم سرکاری وزارتوں کے لوگ کھا جاتے ہوں گے۔[3] ماسکو کا دریا مچھلیوں سے پُر تھا۔ مگر عوام کو

---

[1] گویا کہ بقول اقبالؒ ـــــ بیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات۔

[2] گویا کہ دوسروں کو اپنی روزی کمانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ یہ اس لینن کے دور کا حال ہے جو سوشلزم کا سنہری دور سمجھا جاتا ہے جس شخص کے مثالی محب انسان ہونے پر دنیا کے سوشلسٹ متفق ہیں۔

[3] مطلب یہ کہ مچھلیوں کا سارا گوشت تو سرکاری افسران اور ان کے حاشیہ نشین کھا جاتے۔ باقی عوام کی قسمت میں ایسا شوربا آتا جو محض سروں پر مشتمل ہوتا تھا۔

مچھلیاں پکڑنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ کوئی اپ ٹوڈیٹ میکانکی طریقہ ایسا دریافت نہیں ہوا تھا۔ جو کانٹے اور چھری والے طریقے سے بہتر ہو۔ ماسکو کا شہر تقریباً بھوکوں مر رہا تھا مگر خیال یہ کیا جاتا تھا کہ مچھلیوں کے سر جو مچھلی پکڑنے والے جہازوں سے پکڑے جاتے ہیں وہ مچھلیوں کے ان جسموں سے بہتر ہیں جو دقیانوسی طریقے سے حاصل کئے جائیں۔"

حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانے میں خود گوشت، گھی، وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ اس سال مویشیوں کی زکوٰۃ وصول نہ کی۔ (اگلے سال اکٹھی وصول کی اور ایک سال کی زکوٰۃ وہیں غریبوں میں تقسیم کر دی گئی۔) اور ایک حدیث نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے ملک میں چوری کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا معطل کر دی تھی۔ دوسروں کو روزانہ اونٹ ذبح کر کے کھلاتے اور خود محروم رہتے۔ اس کے برعکس لینن نے قانون بنادیا کہ کاشت کار اپنی فصل سے بھی اپنے لئے گندم لے گا تو گولی مار دی جائے۔ یہ ہیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا۔

برٹرینڈرسل صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"——— رستے میں سٹیشنوں پہ ہیں پلیٹ فارموں پر سپاہی بھرے ہوئے ملتے اور PLEBS یعنی عوام کو اچھوت سمجھ کر ہماری نظروں سے دور رکھا جاتا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک عظیم فوجی حکومت کی شان و شوکت میں رہ رہا ہوں... کیا بھوک اور غربت ضرور ہی انسان کو عقلمند بنا دیتے ہیں--- میں اس پر ایمان نہیں لاسکتا کہ عوام کو جبری مشقت اور محنت کشی کے نظریہ سے خوشی سے دوچار کیا جاسکتا ہے.... آخر کار میں یہ سوچنے لگا کہ تمام سیاست ایک شیطانی ہنسی ہنسنے والے ابلیس کی پیداوار ہے جو تیز طرار لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کسطرح نیاز مند آبادیوں کو فرمانبردار بنا کر انکو اذیتیں پہنچائی جائیں اور اپنی جیب کو گرم کیا جائے، یا کرسی اقتدار کو مضبوطی سے قائم رکھا جائے۔

I began to feel that all politics are inspired by a grining devil, teaching the energetic and quick witted to torture Submissive populations for the profit of pockit or power or heavy.

سفر کے دوران ہمیں وہ کھانا کھلایا جاتا تھا جو کسانوں سے ان افواج کے ذریعے چھینا جاتا تھا جنکو کہ خود کسانوں کی اولاد میں سے بھرتی کیا جاتا تھا [1] ---لینن جس سے

---

[1] یہ سستم بالائے ستم ہوتا تھا کہ باپ کو بیٹے کے ذریعہ لوٹا کھسوٹا جاتا اور اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ لیکن قدرت نے کمیونسٹوں کو اس کا بھی بدلہ دیدیا۔ مثلاً سٹالن کی بیٹی نے لینن اور سٹالن کے مظالم کو دنیا کے سامنے طشت ازبام کر کے رکھ دیا ہے۔

میں نے آدھ گھنٹہ بات کی اس نے مجھے سخت مایوس کیا۔ میں اسے کوئی بڑا آدمی نہیں خیال کر سکتا۔۔۔ مگر گفتگو کے دوران مجھے اسکی محدود عقل اور ظالمانہ طینت کا احساس رہا۔ اسکی تفصیل میں اپنی دوسری کتاب میں بیان کر چکا ہوں۔۔۔ روس کو دیکھنے سے مجھے ایسا صدمہ پہنچا جو میری قوت برداشت سے باہر تھا۔"[1]

**مارکس کے متعلق رسل کا قول فیصل** مزید برٹرینڈرسل لکھتا ہے:

"مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ ہٹلر کی حکومت سے بھی بدتر ہے۔ اور اس کا باقی رہنا ایک بڑی بدقسمتی ہوگی۔۔۔ مارکس بھی نطشے کی مانند انتشار کا پیغمبر ہے اور افسوس ہے کہ سوشلسٹوں میں یہی مقبول ہوا۔"[2]

ناظرین غور فرمائیں کہ مارکس اور ان کے نظریہ کے عملی نفاذ کے علمبردار یعنی لینن اور سوویٹ روس کے متعلق۔ رامے، بھٹو، بھاشانی، مجیب، قصوری وغیرہم کے ہیرو اور ان سیاسی لیڈروں کے نزدیک انسانوں کے سب سے بڑے دوست اور HUMANIST کی رائے کیا ہے۔؟

**پاکستانی سوشلسٹ کی شہادت** مشہور سوشلسٹ وارث میر صاحب نے ماہنامہ نصرت میں برٹرینڈرسل پر ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔ "برٹرینڈرسل شروع سے ایک مثالی سوشلسٹ نظام کا خواب دیکھتے رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے سوشلسٹ نظام کا جو حشر روس میں دیکھا[3] اس سے بہت دلگیر ہوئے۔ برٹرینڈرسل سوشلزم میں وہ جمہوریت اور آزادی تحریر و تقریر نہ دیکھ سکے۔ جو ان کے فلسفیانہ ذہن میں موجود تھی۔ چنانچہ اس لحاظ سے وہ روسی سوشلزم کو قابل نفرت سمجھتے ہیں کہ اس میں آزادی مفقود ہے۔ لوگوں کو آزادانہ اظہار خیال کی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ آزادی سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔ ان کے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے کہ فلسفہ مغرب سے شروع ہوا۔ اور مغرب ہی میں پروان چڑھا۔ حالانکہ مشرقی فلسفیوں کا کردار بہت اہم ہے۔ برٹرینڈرسل کے نزدیک مستقبل کے انسان کو جو سب سے بڑا خطرہ لاحق ہے، وہ ذہنی غلامی کا ہے۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اگر انسان اپنی زندگی کو مصنوعی بناتا چلا گیا تو فرد کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ اس بات کا خطرہ ہر وقت موجود ہے کہ حیات انسانی کو اس قدر منظم کر دیا جائے کہ اس سے خوشی اور مسرت یکسر مفقود ہو جائے۔ انسان مٹی کا کھلونا بن جائے۔ انتظامیہ عام شہریوں کو جس طرز پر ڈھالنا چاہے گی۔ وہ ویسا ہی نصاب

---

[1] صفحات ۱۴۵ تا ۱۴۸ محولہ بالا [2] صفحات ۳۶۵ تا ۳۶۶ محولہ بالا۔

[3] برٹرینڈرسل جب روس گئے تھے تو اس وقت لینن برسر اقتدار تھا۔

تعلیم مقرر کرکے ذہنی طور پر ان کو اس سانچے میں ڈھال سے گی اور ساری قوم کو ذہنی غلامی کا شکار بنا سکے گی۔" [1]

مذکورہ بالا بیان سے ناظرین پر منکشف ہوگیا ہوگا کہ خود سوشلسٹ جریدے نصرت کے ایک صحافی کی نظر میں اور برٹرینڈ رسل کی نظر میں بعض حکومتیں عوام کو روٹی کا لالچ دیکر کسطرح سے تعلیم اور پروپیگنڈہ کے ذریعے ذہنی غلام بنانا چاہتی ہیں۔

نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی جب وحی الٰہی سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ خدائی امداد سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنے ہی بنائے ہوئے جانے میں خود گرفتار ہو جاتا ہے۔

**راہ نجات** | حدیث میں بھی مسلمانوں کی ذہنی غلامی کی پیشین گوئی کی جا چکی ہے۔ اور علاج بھی تجویز کیا جا چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مشہور ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ تم بھی اگلی امتوں کی چال پر چلوگے اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہیں تو تم بھی گھسو گے۔

لو دخلوا جحر ضب لاتبعتموهم

آج کل کبھی مسلمان قومیں انگلینڈ اور امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کی پیروی کرتی ہیں تو کبھی یہودیوں کے سوشلزم کیطرف لپکتی ہیں۔ حالانکہ حضورؐ نے واضح کر دیا تھا کہ اختلاف کے موقع پر تم سنت کو اپنے اوپر سختی سے لازم کر لینا۔

اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسمع والطاعۃ وان امر علیکم عبد حبشی فانہ من یعش منکم بعدی فیسری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء المھدیین الراشدین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

(بحوالہ احمد۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ۔ المستدرک۔ کنز العمال۔ صفحہ ۱ : ۱۵۴)

یورپ میں بجلی کے سیل کے رائج ہونے سے دو ہزار سال پہلے عراق میں حضرت ابراہیمؑ کے دور میں بجلی کا سیل استعمال ہوتا تھا۔ [2] قدیم زمانے اور دور وسطیٰ میں مسلمان سائنسی علوم میں تمام دنیا سے آگے تھے۔ مامون رشید کے زمانے میں زمین کا محیط مسلمانوں نے ناپا تھا۔ آج بھی سائنس والوں کا حساب

---

[1] دیکھئے صفحات ۳۸ تا ۴۰ "نصرت" لاہور بابت مارچ ۱۹۶۷ء جسکے مدیر اسوقت حنیف رامے صاحب تھے۔

[2] BIRTH AND DEATH OF THE SUN. by George Gamow

تقریباً اسی کے مطابق ہے۔ افسوس کہ مسلمان سائنسی علوم سے تغافل برت رہے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا فھو احق بھا۔ (ترمذی) یعنی حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں وہ اسکو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی برتری ختم ہونے اور ذہنی غلامی میں مبتلا ہونے سے ظاہر ہے کہ دور فتن اپنی بدترین صورت میں نمودار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے دور فتن کے متعلق فرمایا ہے۔

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے جو محض ظالموں پر ہی ہاتھ صاف نہ کرے گا۔ اور یہ بھی جان لو کہ قدرتی ردعمل بہت شدید اور خطرناک ہوتا ہے کشتی میں اگر چند لوگوں کو سوراخ کرنے سے نہ روکا جائے تو سب ہی لوگ ڈوبتے ہیں۔

پس آج محض گھر میں بیٹھ کر نیکی کرنے کا دور نہیں ہے بلکہ فسق و فجور اور غیر اسلامی نظریات کے خلاف جدوجہد یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کرنا پہلے سے اب کہیں زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ بلکہ اب اس کے سوا بقا ہی نہیں ہے۔ ورنہ ظالموں کے ساتھ ساتھ وہ مسلمان بھی پس جائیں گے جو اگرچہ ظالم نہیں لیکن انہوں نے ظلم کو روکنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ نیک لوگوں کی اولاد کو ہم آج بھی بگڑتا ہوا دیکھ رہے ہیں آجکل لوگ صرف اقتصادی ظلم کو تو ظلم سمجھتے ہیں اور کسی بات کو ظلم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم۔ یعنی شرک بیشک عظیم ظلم ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ وہ سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً۔

خودکشی کرنے والے کے متعلق احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔ اسی طرح جو شخص لوگوں کا مال چھین کر یا نماز ترک کر کے یا سگریٹ نوشی کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ وہ بھی بڑا ظالم ہے۔

(باقی آئندہ)

---

لہ آجکل جہالت انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی خودکشی کر لیتا ہے۔ تو اسکو ہیرو قرار دیدیا جاتا ہے۔ امریکہ میں ہر منٹ میں کوئی نہ کوئی ضرور خودکشی کرتا ہے یا اسکی کوشش کرتا ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے آخری صفحہ

CLUES TO SUICIDE with forward by KARL A. MENNINGER

مطبوعہ امریکہ۔

جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ خودکشی کا بے روزگاری اور افلاس کے ساتھ مثبت تو کیا منفی تعلق ہے۔ یعنی مقابلتاً مفلس اور بے روزگار اشخاص خودکشی شاذ و نادر ہی کرتے ہیں۔

THE CRIME PROBLEM. by W.C.RECKLESS.
PAGE. 269

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

**PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED**

جناب ابو مدثرہ

لاہور کا رسالہ سحر اور قادیانی حکیم نذیر احمد کے
نئے نئے روپ
حاکم وقت کی حمایت کی آڑ میں نبوت کاذبہ کا پرچار

تاریخ اسلام کے ہر دور میں چراغ مصطفویؐ سے شرارہ بولہبی کی آویزش رہی ہے کہیں اس نے مسیلمہ کذاب کا روپ دھارا تو کہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل اختیار کی۔ نبوت کو ایک کاروبار بنا کر برطانوی سامراج کے مذموم عزائم کی تکمیل کا سہرا بھی قادیانی ذریت کے سر ہے۔ مرزا صاحب کے دعوے کے بعد قادیانی جماعت کے کئی لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی سازش کی ان لوگوں میں کچھ تو ذہنی طور پر مفلوج تھے، لیکن اکثر نہایت عیار اور صریح فریب کار تھے۔ انہوں نے اپنے روحانی باپ مرزا صاحب قادیانی کے لب ولہجہ میں گفتگو کی، اس نوع کے گھٹیا الہامات شائع کئے اور اسی رخ سے سیاسی کھیل کھیلا۔ ان میں چراغ دین جمونی، احمد نور کابلی، لطیف گناچوری، فضل احمد چنگا بنگلیالوی (گوجر خان) محمد اسمٰعیل (جو لندن میں بیٹھ کر کفر وار تداد پھیلا رہا ہے) حکیم نذیر احمد وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ ملہم، مبشر، مامور من اللہ، مہدی، یوسف موعود، مصلح موعود، مبشر فرزند، وغیرہ کے دعاوی کرنے والے اتنے سارے کذاب ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ انہوں نے ضعیف العقیدہ لوگوں کو ورغلایا، روپے پیسے اینٹھے، خوبصورت لڑکیوں سے شادیاں کیں اور وحی کے تقدس کو پامال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

گذشتہ چند ماہ سے ایک قادیانی، حکیم نذیر احمد نے مختلف دعاوی کی آڑ میں یہی کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ یہ شخص کئی سال تک قادیان میں رہ کر الہامات فروشی میں مصروف رہا۔ آخر کار اس وقت کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے جو خود ملہم اور مصلح موعود ہونے کے دعویدار تھے۔ اس شخص کو قادیان سے نکال دینے کا اعلان کیا۔ قادیانی جماعت سے برگشتہ لوگوں کی پذیرائی کے لئے لاہوری جماعت کے لوگ بازو کھولے

رکھتے تھے، انہوں نے اس ملہم کی درپردہ مدد کی، دوسرے مرزا بشیر الدین محمود کے شدید مخالف گروہ، جن میں مباہلہ والوں کا گروپ پیش پیش تھا۔ ایسے مدعیان کی مدد کے لئے کمربستہ تھا، ان عناصر نے حکیم صاحب کے لئے پروپیگنڈا کیا۔ لیکن حکیم صاحب بڑے کائیاں تھے، انہوں نے ان سے خفیہ ساز باز کے ساتھ ساتھ نظارت امور عامہ قادیان اور مرزا محمود کو کئی چٹھیاں لکھیں اور مرزائیت سے اپنی عقیدت کے قصے سنا کر دوبارہ قادیان میں قدم جمائے اور اپنا کاروبار پھیلانے لگے۔

لوگ اپنی خوابوں کی تعبیریں پوچھنے کے لئے ان کے پاس آتے اور ان کو نذریں پیش کرتے ان سے دعائیں کراتے اور اپنے بارے میں الہامات سنتے، حکیم صاحب نے برق ہونے کا ڈھونگ رچا رکھا تھا جس کو وہ اپنی روحانی سربلندی اور برتری کے مفہوم میں پیش کرتے۔

قادیانی جماعت کے اخبار الفضل لاہور کی اطلاع کے مطابق حکیم صاحب نے قادیان میں ایک شخص میاں غلام رسول ٹھیکہ دار بھٹہ کو اپنے الہاموں کی بنیاد پر ڈرایا جو اپنے بعض رشتہ داروں کو ان سے ملنے سے منع کرتے تھے۔ اس پر حکیم صاحب نے اعلان کیا کہ چونکہ میاں غلام رسول سے وہ خفا ہیں۔ اس لئے خدا بھی ان سے خفا ہے اور جب تک وہ انہیں تین سو روپیہ نہ دیں گے وہ خدائی عذاب اور ابتلا سے نہیں بچ سکتے۔ قادیانی نظارت نے میاں صاحب کو مشورہ دیا کہ انہیں ہرگز کچھ نہ دیں کیونکہ بقول ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ حکیم نذیر احمد ٹھگ ہے اور یہ طریق صلحاء کا نہیں ہوتا بلکہ لالچی آدمیوں کا ہوتا ہے۔ اس کے چند روز بعد حکیم صاحب کو قادیان سے نکال دیا گیا۔

برطانوی دور میں قادیان میں مرزا محمود کی عملاً حکومت قائم تھی۔ اور جو شخص اس نظام استبداد اور جبر و استیلاء کے خلاف آواز اٹھاتا اسے مسیح موعود کے غنڈے ابدی نیند سلا دیتے۔ ۱۹۳۰ء کے بعد یہ سلسلہ شدت اختیار کر گیا۔ آخر کار خدا نے مجلس احرار اسلام کو قادیانی مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کی توفیق بخشی اور انہوں نے قادیانی طلسم کو پاش پاش کیا۔ حکیم برق کو قادیان سے نکالنے کے بعد قادیانی جماعت نے اپنی روائتی غنڈہ گردی کے مظاہرے کئے، لیکن حکیم صاحب اپنی روش پر قائم رہے اور اپنے دعاوی اور الہامات کو پھیلاتے رہے۔

تقسیم کے بعد حکیم صاحب نے سندھ میں سکونت اختیار کی اور برق کی بجائے ظفر نام رکھا۔ انہوں نے اپنے الہامات شائع کرائے اور لوگوں سے بیعت لینے لگے۔ یہ بات نظارت امور عامہ کے نوٹس میں لائی گئی، چنانچہ الفضل لاہور نے ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں اعلان شائع کیا کہ نظارت نے اس شخص کے مقاطعہ کا اعلان کیا ہے۔ اور ساتھ ہی وضاحت کی کہ اگر پھر بھی انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو

اخراج از جماعت کی سزا دی جائے گی۔

۴۸ ۱۹ء سے بلکہ ۵۴ ۱۹ء تک حکیم موصوف نے اندر ہی اندر جماعتی گروہ بندی کی خفیہ طور پر لوگوں کو مرید بنایا اور اپنی الگ جماعت قائم کرنے کی نیو اٹھائی۔ انہوں نے بڑے محتاط طریقے سے اپنا کام جاری رکھا۔ اس عرصے میں لائل پور (فیصل آباد) میں آپ نے ایک سکول میں ملازمت اختیار کر لی جب آپ سندھ میں تھے تو ایک موقع پر مرزا محمود سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا جو اپنی زمینوں پر آئے تھے۔ انہوں نے جب حکیم صاحب کو یہاں دیکھا تو اپنے مینجر سے پوچھا کہ یہ شخص یہاں کیوں آیا ہے؟ تو مینجر نے کہا یہ برق نہیں ظفر ہے۔ اس پر مرزا صاحب کہنے لگے کہ پہلے بھی اس شخص نے کئی نام بدلے ہیں۔ ان امور کی تفصیل الفضل لاہور ۸ نومبر ۵۴ ۱۹ء سے نقل کی جاتی ہے۔ الفضل "اعلان سزا" کے عنوان سے لکھتا ہے:

"حکیم نذیر احمد صاحب برق، حال ظفر جو قادیان میں رہتے تھے اور وہاں نظارت امور عامہ کے علم میں ان کے خلاف بعض شکایات تھیں اور ان کو اصلاح کا موقع دیا گیا تھا لیکن محکمہ سے عدم تعاون کی بنا پر انہیں اخراج از قادیان کی سزا دی گئی تھی، اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور انہیں پھر قادیان آنے کی اجازت دی گئی، لیکن باوجود توبہ کرنے کے وہ پھر اپنے طریق سے باز نہ آئے اور اندر ہی اندر اپنے گرد ایک جماعت جمع کرنی شروع کی جس کو اپنے الہاموں کے ذریعہ سے قسم ہا قسم کی امیدیں دلا کر اپنے گرد اکٹھا کیا۔

نذیر احمد صاحب کی ایسی حرکات کو دیکھ کر میاں غلام رسول صاحب ٹھیکیدار بھٹہ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو ان سے ملنے سے منع کیا جس پر نذیر احمد صاحب نے کہا چونکہ وہ میاں غلام رسول صاحب سے خفا ہیں اس لئے خدا تعالیٰ بھی ان سے خفا ہے اور جب تک وہ تین صد روپیہ نہ دیں اسوقت تک وہ ابتلا سے بچ نہیں سکتے چنانچہ میاں صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ ہرگز اسکو روپیہ نہ دیں یہ ٹھگ ہے، یہ طریق صلحاء کا نہیں ہوتا بلکہ لالچی آدمیوں کا ہوتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد حکیم صاحب کو قادیان سے رخصت کر دیا گیا۔

چونکہ بہت سے ریکارڈ ہجرت کی وجہ سے تلف ہو گئے ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس شخص نے سندھ میں جا کر اپنے الہاموں کے ذریعہ سے بعض لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود) نے اسے سندھ میں اپنی جائیدادوں پر دیکھا تو مینجر صاحب سے وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے بتایا کہ یہ برق نہیں بلکہ ظفر ہے۔ تو حضور (مرزا محمود) نے فرمایا کہ پہلے بھی ان صاحب نے کئی نام بدلے ہیں۔ بالآخر انہوں نے سندھ کے بعض کارکنوں کو ورغلانے کی کوشش کی ان کے متعلق معاملہ زیر تحقیق ہے۔"

اس کے بعد ناظر امور ربوہ نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے۔ کاش! وہ قادیانی تحریک کے مضرات کو اسی پیمانے سے ناپتے جسطرح انہوں نے حکیم صاحب کی تحریک کے لئے کیا ہے۔ اگرچہ قادیانی انبیاء کی مسلسل آمد اور وحی کے تسلسل ایمان رکھتے ہیں، لیکن جب ایک قادیانی الہاموں کی آڑ میں ان کی جماعت کے اندر نئی بندی کرتا چلے تو یہ چیخ اٹھتے ہیں، لیکن جب ایک ہندی متنبی ملت اسلامیہ کو اپنی مزعومہ وحی سے دولخت کرتا ہے تو اسے نام نہاد دین کی خدمت قرار دے کر یہ اسلام دشمن طائفہ اسکی نبوت کاذبہ کا پرچار کرتا ہے۔ بہرحال ناظر صاحب حکیم موصوف کے بارے میں آگے لکھتے ہیں :

"یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی سلسلہ میں خدائی نظام قائم ہوتا ہے، اس قسم کے ملہم نہیں آسکتے جو اپنے گرد لوگوں کو جمع کریں۔ اگر ایسے لوگ آئیں تو خدائی نظام کے معنی کوئی نہیں رہتے اور اگر ایسے وقت میں کوئی آدمی آئے تو وہ اس نظام کو چیلنج کریگا کہ اب خدائی نظام نہیں رہا، لیکن یہ شخص دوکشتیوں میں پیر رکھتا ہے۔ اور ادھر نظام کو خدائی قرار دیتا ہے۔ اُدھر اپنے اپنے الہاموں کے دعووں پر ایک جتھا بنایا ہے، ایسا شخص سچا نہیں ہوسکتا وہ غلطی خوردہ ہے یا وہ جھوٹ بولتا ہے۔

چنانچہ انہی حالات کی بنا پر ۴۸-۷-۲۰ کو الفضل میں نظارت ہذا نے اس شخص کا مقاطعہ کا اعلان کیا اور ساتھ ہی وضاحت کی کہ اگر پھر بھی انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو اخراج از جماعت کی سزا دی جائے گی، باوجود انہیں اپنی اصلاح کے لئے چھ سال کا موقعہ دینے کے اب پھر یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ابھی تک انہوں نے اپنی اصلاح نہیں کی اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکیم نذیر احمد صاحب برق حال ظفر ساکن چک نمبر ۲۹۵ جنڈانوالہ براستہ گٹی ضلع لائل پور کو علاوہ سابقہ مقاطعہ سزا کے خارج از جماعت بھی کیا جاتا ہے۔" (الفضل لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۵۴ء)

۱۹۵۴ء کے بعد حکیم صاحب نے کئی روپ دھارے اور کئی دام بچھائے۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے اپنے ایک مرید کی لڑکی سے شادی کرنے کی ٹھانی، نکاح ہوگیا لیکن لڑکی کے بھائی نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا جسمیں آباد سندھ کی عدالت میں جناب رفیق احمد گوریجہ نے اس مقدمے کے دوران قادیانیت کے حقیقی خدوخال کی روشنی میں تنسیخ نکاح کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کے باعث حکیم صاحب کو کافی "شہرت" ملی کیونکہ بقول شخصے

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

راقم الحروف کو ۱۹۷۲ء میں حکیم صاحب سے راولپنڈی میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے ساتھ دو تین قادیانی مرید تھے، یہ ملاقات ایک ہوٹل میں ہوئی۔ آپ نے بہت سے سیاسی اور مذہبی مسائل پر گفتگو کی اور

اپنے حالاتِ زندگی بتائیے ،آپ نے بتایا کہ آپکا مشرقی پنجاب سے تعلق ہے۔ اور رتنڑ چھتر کے ایک بزرگ خاندان سے ان کے والد کو عقیدت تھی۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی اور الہامات کو سچا قرار دیا اور جماعتِ ربوہ اور لاہور کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ گفتگو کے دوران ان کی حالت غیر ہوگئی اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو زور زور سے ہلا کر الہامی پوز میں آپ نے راقم الحروف کے لئے ایک عدد وحی کا اعلان کیا جس میں کہا گیا تھا کہ خدا نے کہا ہے کہ تم میری بیعت کر لو تو تمہیں بہت سے روحانی انعامات ملیں گے ،تمہاری بہت لمبی عمر ہوگی اور تمہاری نسل سے کئی نیک لوگ اور بادشاہ بیدا ہوں گے۔ راقم نے عرض کیا کہ آپ کو نبی یا مجدد ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ بندہ آپ کے آقا اور مرشد مرزا غلام احمد قادیانی کو کذاب ، مفتری اور برطانوی سامراج کا آلہ کار جانتا ہے اور آپ کو ایک فاتر العقل شخص قرار دیتا ہے۔ اس بات سے ان کے مرید بہت ناراض ہوئے ،حکیم صاحب نے ایک مرید کو حکم دیا کہ پانی لائے جب پانی آگیا تو انہوں نے اپنے اوپر پھر ایک کیفیت طاری کی اور چند منٹ کے بعد آدھا گلاس پانی پی کر باقی راقم کیطرف بڑھا کر حکم دیا کہ اسے پی لو لیکن راقم نے انکار کر دیا۔ ان کے مریدوں نے فوراً اس پانی کو پی لیا۔

اس ملاقات سے اندازہ ہوا کہ حکیم صاحب کا نہایت سطحی علم ہے اور ذہنی مریض ہیں۔ مرزا قادیانی کی طرح جو بے ربط کلمات ذہن میں آتے ہیں وحی بنا کر پیش کرتے ہیں اور بدعقیدہ لوگوں کو ورغلاتے ہیں خاص طور پر آپ قادیانیوں سے روپے اینٹھتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے کئی نامور لوگوں کے چند ماہ کے اندر اندر مرنے کا اعلان کیا تھا ،لیکن بفضل تعالیٰ سب کے سب ابھی تک زندہ ہیں۔

جنوری ۱۹۷۰ء سے حکیم صاحب نے بعض لوگوں کی مدد سے نبوت کے کاروبار کو ایک خاص انداز سے پھیلانا شروع کر دیا۔ لاہور سے ان کے ایک مرید عاصم گیلانی نے سحر نامی پرچہ نکال کر ان کے خیالات کی اشاعت شروع کر دی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں ان کے ساتھ ایک اور قادیانی علی محمد واقف زندگی کو ربوہ سے نکالا گیا تھا۔ اور الفضل لاہور نے لکھا تھا کہ :

"باوجود صریح حکم اور امورِ عامہ کے مقاطعہ کے اعلان کے اس نے حکیم برق سے تعلق قائم کر رکھا ہے اس لئے انہیں مقاطعہ کی سزا دی جاتی ہے۔ جب تک وہ حقیقی توبہ نہ کر لیں۔"

بعد میں انہیں جماعت قادیان سے نکال دیا گیا۔ یہ قادیانی حکیم برق کی جماعت الحق کا ناظم ہے۔

حکیم برق نے اب اپنا نام سید برق الظفر عرشی رکھ لیا ہے۔ اپنے رسالے سحر لاہور میں انہوں نے بے شمار عذاب ، زلزلوں ، تباہیوں اور بربادیوں کی پیش گوئیاں کی ہیں حضرت مولانا مفتی محمود ، ولی خان ،

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، قادیانی خلیفہ ناصر احمد، لاہوری مرزائیوں کے امیر صدر الدین وغیرہ کے جون ۱۹۷۸ء تک طبعی موت مرنے کی الہامی پیش گوئیاں کی ہیں اور اسے اپنے سچے مامور من اللہ ہونے کا معیار ٹھہرایا ہے۔ اس کے علاوہ جنرل ضیاء اور مارشل لاء کے حق میں بہت سے الہامات شائع کئے گئے ہیں۔ بنیادی طور پر اس قادیانی کذاب کا دعویٰ نبوت کا ہے۔ اس کے علاوہ مہدی، مجدد، مامور من اللہ وغیرہ کے دعاوی کئے گئے ہیں۔ حکیم صاحب مرزا صاحب کے طریقے کے مطابق حاکم وقت کی حمایت کی آڑ میں اپنی نبوت کاذبہ کا پرچار کر رہے ہیں۔ اس سازش میں ایک منظم گروہ شامل دکھائی دیتا ہے۔

ملت اسلامیہ کو اس نئے فتنے کے سدباب کے لئے مناسب تدابیر کریں اور علمائے حق آئینی ترمیم کے علی الرغم چلائے جانے والے اس مکروہ کاروبار کے خلاف آواز بلند کریں۔ اکثر اوقات ایسی تحریکیں اسلام دشمن طاقتوں کی آلہ کار ہوتی ہیں ان سے صرف نظر ملت اسلامیہ کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتا ہے۔

---

مشاہیر کے خطوط

## تبرکات نوادر

ملک کے مشہور اور نامور نقاد
ادیب اور فلسفی عالم جناب پروفیسر
حسن عسکری
جن کا پچھلے دنوں کراچی میں انتقال
ہوا، کے چند خطوط بنام
ایڈیٹر الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵۴۔کے/۲ کشمیر روڈ
پی ای سی ایچ سوسائٹی۔کراچی ۲۹

۱۳ مئی ۱۹۷۰ء

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چند مہینے ہوئے آپ نے کراچی میں غریب خانے پر تشریف لا کر میری عزت افزائی فرمائی تھی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں "الحق" کا باقاعدہ خریدار ہوں، لیکن ڈاک کا معاملہ گڑبڑ رہتا ہے۔ اس لئے ایک اور صاحب کے پتے پر منگاتا ہوں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ وہ صاحب اپنے معاملات میں اتنے مصروف ہیں کہ دو دو مہینے ملاقات نہیں ہوتی اور مجھے "الحق" کا شدید انتظار رہتا ہے۔ خصوصاً آپکا اداریہ پڑھنے کا۔ اگر آپ اپنے دفتر میں پتہ تبدیل کرا دیں تو عین نوازش ہوگی۔ خریداری نمبر ۱۶۲۸ ہے، اور پرچہ مسعود وہاب صاحب کے پتے پر آتا ہے۔ اس کے بجائے میرا مندرجہ بالا پتہ لکھ دیا جائے تو مجھے آسانی ہوگی۔ شکریہ۔

علاوہ ازیں، اپریل اور مئی کے پرچے میرے ہی پتے پر روانہ فرما دیجئے، ان دو پرچوں کی قیمت میں منی آرڈر سے بھیج دوں گا۔ غالباً ستمبر یا اکتوبر میں میرا چندہ ختم ہوگا۔ آئندہ وی۔پی میرے ذاتی پتے پر ہی بھیجا جائے۔

دعا ہے کہ آپ کا مزاج بخیریت ہو۔

والسلام

نیازمند
محمد حسن عسکری

۵۴۔ کے/ ۲ کشمیر روڈ
پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی ۲۹
محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ آج ہی ملا۔ نوازش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے جن الفاظ سے مجھے یاد فرمایا ہے۔ میں ان کے لائق نہیں۔ میں تو دینی علوم کی ابجد بھی نہیں جانتا۔ بہر حال آپ کا خط بھی آئے تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عنایت ہے۔ "الحق" جب سے شروع ہوا ہے دیکھتا رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کی مدافعت کا کام جیسا الحق اور بینات نے سرانجام دیا ہے، اس کے برابر کوئی اور رسالہ نہیں پہنچ سکا۔ اپنے اداریوں میں آپ نے ہمیشہ حق کی بات بے خوف کہی ہے اور انصاف اور اعتدال کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ پچھلے چند مہینوں کے اداریے خاص طور سے پسند آئے۔ اور سوئیکارنو مرحوم کے بارے میں تو آپ نے دینی حمیت اور دیانت داری کا حق ادا کر دیا۔ کاش! کہ یہ خبر بھی آپ کی نظر سے گزری ہوتی اور اپنے اداریے میں اس کا بھی ذکر آپ کر سکتے۔ ابھی سات آٹھ مہینے کی بات ہے کہ سوئیکارنو کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی تو انہوں نے اپنے داماد سے کہا تھا۔ "بیٹے، ایک بات نہ بھولنا۔ والعصر۔۔۔ الخ لیکن اردو اخباروں نے جان بوجھ کر اس خبر کو دبا دیا۔

آپ کے رسالے کی جو خدمت بھی میں کر سکوں میرے لئے سعادت دارین کا باعث ہوگا۔ آپ کو کوئی مشورہ دینا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ لیکن یہ عرض کروں گا کہ رسالے میں ایسے مضامین بھی شامل کیجئے تو انگریزی تعلیم یافتہ لوگ بھی متوجہ ہوں۔ اس کے لئے کسی کاوش کی بھی ضرورت نہیں، آپ نہایت آسانی سے اس کا انتظام کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کو علم ہو کہ جن لوگوں نے اچھی مغربی تعلیم پائی ہے وہ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔ گستاخی معاف، آج کل ہمارے بہت سے علماء کا بھی یہ حال ہوتا جا رہا ہے کہ انہیں اپنے ہی علوم حقیر معلوم ہونے لگے ہیں، دوسری طرف بہت سے "جدید" لوگوں، بلکہ فاسق و فاجر لوگوں کو یہ شوق ہے کہ علماء کو بھی یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ مگر علماء؟

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

مثلاً آپ کے دارالعلوم میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے وہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہم لوگ صحیح طور پر واقف ہونا چاہتے ہیں۔ مگر علماء کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ پرانا فلسفہ پڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو از کار رفتہ ہو چکا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آج کل یورپ میں ابن سینا، شہاب الدین سہروردی مقتول اور ملا صدرا کی کتابیں ترجمہ ہو رہی ہیں، اور جسطرح سر سید اور حالی انگریزی شاعری پڑھے بغیر ملٹن کا نام

سے کر فخر محسوس کرتے تھے، اسی طرح آجکل یورپ کے مصنف ابن سینا اور شہاب الدین مقتول کے نام کی گردان کر رہے ہیں۔ اس کا اثر ہمارے یہاں اتنا شدید ہو رہا ہے کہ "پاکستان ٹائمز" میں حضرات بار بار لکھ چکے ہیں کہ اصلی اسلام فقہا کے یہاں نہیں، ابن سینا اور شہاب الدین مقتول کے یہاں ہے۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ ہمارے علماء بھی ان موضوعات پر کچھ لکھیں۔ میں نے ایک صاحب سے درخواست بھی کی، مگر انہوں نے مجھے گمراہ نہیں تو احمق ضرور سمجھا۔ اور اب تو معاملہ اور بھی نازک ہو چکا ہے کہ ہمارے بہت سے علماء مغربی علوم کا ماہر مودودی کو سمجھتے ہیں۔

ان حالات میں اس بات کا امکان اور بھی کم ہو گیا ہے کہ جو لوگ مغربیت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ دینی رسالے پڑھیں۔ بہرحال اگر آپ توجہ فرمائیں اور مسلمان فلسفیوں پر یا فلسفیانہ مباحث پر مضامین شائع کر سکیں تو ہو سکتا ہے کہ مجھ جیسے بے علم لوگ جلد یا بدیر آپ کا رسالہ ڈھونڈتے پھریں۔ اگر آپ زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات کا لحاظ رکھیں تو دین کی خدمت بھی بہتر طریقے سے ہو سکے گی۔ اب تک تو یہی مشہور تھا کہ سائنس نے فلسفے کو ختم کر کے رکھ دیا۔ لیکن پچھلے تین سال سے فلسفہ پھر زور پکڑتا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دوران میں طالب علموں کے جو ہنگامے یورپ اور امریکہ میں ہوئے ہیں ان کے پیچھے یہی نئے فلسفے تھے۔ اگر آپ صرف اتنی بات نظر میں رکھ لیں کہ ان فلسفوں کے مرکزی مباحث کیا ہیں۔ اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالیں تو آپ دین کی بات ایسے حلقوں تک بھی پہنچا سکتے ہیں جو فی الحال دین سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ آپ کے لئے آسانی یہ ہے کہ سنا ہے سرحد کے علماء کو منطق اور فلسفہ سے خاص شغف ہے۔

علاوہ ازیں ایک بزرگ کا تعارف بھی آپ سے منظور ہے۔ ۱۹۳۰ء کے قریب حضرت مولانا اشرف علیؒ نے فرمایا تھا کہ میری آنکھیں تو یہ دیکھ رہی ہیں کہ اب اسلام کی حفاظت کرنے والے یورپ سے اٹھیں گے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ فرانس میں ایک عظیم مسلمان مفکر نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ یہ صاحب "رینے گینوں" ہیں جن کا اسلامی نام عبدالواحد یحییٰ ہے۔ ۱۹۳۷ء میں مصر چلے گئے تھے، اور وہیں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں وفات ہوئی۔ عربی میں ان کے بارے میں ایک چھوٹی سی کتاب الازہر کے صدر شعبۂ دینیات ڈاکٹر محمود نے لکھی ہے۔ "الفیلسوف المسلم ــــ رینے جینون او عبدالواحد یحییٰ"۔ ان کی کوئی پچیس کتابیں فرانسیسی میں ہیں، مگر مسلمانوں نے اب تک ان سے استفادہ نہیں کیا، حالانکہ فرانس کے بعض باشعور لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغرب نے پچھلے چھ سو سال سے اتنا بڑا مفکر پیدا نہیں کیا۔ اپنی کتابوں میں انہوں نے سینکڑوں ... غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو مغرب کے لوگ اور مغرب زدہ مشرقی لوگ ادیان کے بارے میں

کرتے ہیں ۔ میں نے ان کتابوں کی مدد سے کوئی دو سو گمراہیوں کی فہرست مرتب کی تھی ۔ جو ہمارے یہاں بھی رائج ہو چکی ہیں ۔ اور جنہیں دور کئے بغیر انگریزی تعلیم پانے والوں کو دین کی باتیں نہیں سمجھائی جا سکتیں ۔ یہ فہرست میں نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی ۔ خیال یہ تھا کہ مولوی تقی صاحب اس فہرست کو سامنے رکھ کر اپنے طالب علموں کو ایک خاص قسم کا کورس الگ سے پڑھائیں ۔ اس سلسلے میں ایک اور " یادداشت " شیخ عبدالواحد یحییٰ کی کتابوں کی مدد سے میں نے مرتب کی تھی جس میں یونانی فلسفے سے لیکر آج تک کے مغربی فلسفوں کی بنیادی خامیاں جمع کی گئی تھیں ۔ کسی وجہ سے یہ کورس چل نہ سکا ۔ یا ممکن ہے میں نے جو کچھ لکھا تھا وہی سرے سے غلط ہو ۔ بہر حال میں نے دونوں چیزیں واپس منگالی تھیں ۔

بفرض محال آپ کو دلچسپی ہو تو نقل کر کے آپ کو بھیج دوں ۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر انہیں آپ کے یہاں استعمال کیا جائے تو آہستہ آہستہ اور بھی مواد جمع ہو سکتا ہے ، اور آپ کے طلباء کو مغربیت زدہ لوگوں سے بحث و تمحیص میں مدد مل سکتی ہے ۔ —— خط طویل ہو گیا ہے ، معافی کا خواستگار ہوں ۔

دعا ہے کہ آپ بخیریت ہوں ، اور دین کی خدمت اسی ثابت قدمی سے کرتے رہیں —— چونکہ چھٹیاں ہو گئی ہیں ، اس لئے ۱۰ ر اگست تک ہی میں یہاں ہوں ۔ پھر لاہور چلا جاؤں گا ۔

والسلام التام

نیاز مند

محمد حسن عسکری

## دل کا کچرا

ایک مرتبہ رائے سین سے موٹر پر آ رہا تھا ۔ موٹر بگڑ گئی ، دیر تک اس کو درست کرتے رہے ، درست نہیں ہوتی تھی ، جب ایک دوسری موٹر گذری تو اس سے بعض اوزار لیکر اس کو درست کیا گیا ۔ میں نے پوچھا کہ کیا خرابی تھی ؟ کہا گیا کہ ایک بہت باریک سوراخ ہے جس سے پٹرول آتا ہے ، اس میں کچھ کچرا آگیا تھا ۔ اسکی وجہ سے ساری موٹر کی مشینری اور اس کا ساز و سامان بیکار ہو گیا ، نہ سیٹیں کچھ کام آتی تھیں نہ ان کی گدیاں نہ آئینے نہ انجن کام کرتا تھا ، نہ پہیئے حرکت کرتے تھے ۔ ایک چھوٹی سی خرابی سے ساری موٹر دھری کی دھری رہ گئی ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا ، اور قد افلح من زکھا وقد خاب من دسّھا ۔ کی تفسیر روشن ہو گئی ، یہی انسان کے پورے نظام زندگی اور پورے معاشرے اور تمدن کا حال ہے کہ اندر کی کثافت اور ابتری سے پورا انتظام مختل اور معطل ہو جاتا ہے اور پھر خارجی ساز و سامان کچھ کام نہیں آتا ۔ الا ان فی الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب —— آج زندگی کا سارا فساد اور سارا انتشار اسی اندرونی کثافت اور ظلمت کا نتیجہ ہے ۔ اور اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں ۔

( شاہ محمد یعقوب مجددی )

مسلسل

# بلوچستان کا ذکری مذہب اور اسکی تاریخ

جناب عبدالمجید قصر قندی

## بلیدی اور گچکی خاندان اور ذکری مذہب

مکران میں یہ پہلا خاندان ہے جس نے ذکری مذہب قبول کرکے اور اس کی تبلیغ کی۔ ہمیں ذکری مذہب کا ثبوت سب سے پہلے اسی خاندان میں ملتا ہے۔ اس خاندان کا اولین رہنما ابوسعید تھا جسے ذکری حضرات حضرت غازی ابوسعید کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یاران مہدی میں شمار کرتے ہیں۔

بلیدیوں سے قبل اس خطہ پر ملک خاندان کی حکومت تھی۔ جناب عبدالرحیم صابر لکھتے ہیں "ملک مرزا ملک خاندان کا سب سے بڑا بہادر شخص تھا۔ ۱۰۳۳ھ (۱۶۲۳ء) میں ملک مرزا ملک اختیارالدین کے دربار میں گیا جس کو اُس نے بمپور کا علاقہ دے دیا۔ ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۴ء) میں ملک مرزا نے زیر حکم اختیارالدین بغداد پہ حملہ کی تیاری کی۔ اس فوج میں اکثر کیچ مکران کے لوگ تھے۔ ملک خاندان کا یہ آخری طاقت ور حکمران تھا۔ چونکہ اس کے جانشین بہت کمزور تھے اس لیے ان کی جگہ بلیدیوں نے لے لی"۔

(مکران تاریخ کے آئینہ میں ص۳۴)

سترھویں صدی عیسوی میں مکران کا ملک خاندان باہمی خانہ جنگی اور نا اتفاقی کا شکار ہو گیا۔ ان کی اس نا اتفاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ابوسعید بلیدی نے گچکیوں کو اپنا ہمنوا بنا کر ملک مرزا کو قتل کر دیا۔ آخوند محمد صدیق اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"بوسعید از ملک عرب آمده در ملک بلیده نشست و همراه مردم گچکیها مشورت نمود و یک اتفاق شده که مرزا را بقتل رسانیم و ملک ادرا باهم چنان قسمت نمایم و ملک کیچ از من بوسعید و ملک پنجگور از شما گچکی ها۔ بهمین سخن باهم عهد وفا نموده و ملک مرزا را کشته و بعد تو د استوار شدند"

(بحوالہ تاریخ بلوچستان ص۶۵۲ از رائے بہادر لالہ ہتورام)

ابوسعید بلیدی عرب سے آیا تھا یا اور کہیں سے یا اسی مکران کا باشندہ تھا ہمیں اس سے بحث نہیں

بتاتا یہ ہے کہ ۱۰۳۵ھ کے بعد کے سالوں میں سترھویں صدی عیسوی میں ابوسعید بلیدی نے گچکیوں کو اپنے ساتھ ملا کر ملک مرزا کو قتل کیا اور حسب وعدہ کیچ کا علاقہ اپنے پاس رکھا اور پنجگور کا علاقہ گچکیوں کے تصرف میں دے دیا۔

جناب عنقا صاحب لکھتے ہیں "بوسعید سے میر عیسیٰ نے مل کر ملک مرزا کو قتل کیا"۔ (بلوچی دُنیا۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

مکران میں بلیدیوں کے کل نو حکمران گزرے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) میر ابوسعید بلیدی (۲) شیخ شکر اللہ (۳) شیخ قاسم (۴) شیخ زہری (۵) شیخ حسین (۶) شیخ احمد (۷) شیخ عبداللہ (۸) شیخ قاسم ثانی اور (۹) شیخ بلال ۔ ان تمام حکمرانوں میں صرف آخری حکمران شیخ بلال مسلمان ہو گیا تھا۔ باقی تمام ذکری مذہب کے پابند تھے۔

شیخ بلال بلیدی شیخ قاسم ثانی کا چچا تھا اور گوادر کا امیر تھا۔ اکثر گوادر میں رہا کرتا تھا۔ کیچ کے قلعہ میں اُس نے اپنے بھتیجے شیخ قاسم ثانی کو بطور نمائندہ بٹھایا تھا۔ جب شیخ بلال مسلمان ہوا تو ملک دینار ولد مُلا مراد گچکی کو جو ان دنوں ذکری مذہب کا خلیفہ تھا۔ شیخ بلال کی اس حرکت پر سخت غُصّہ آیا اُس نے تمام ذکریوں کو اشتعال دے کر قلعہ کیچ پر حملہ کر دیا۔ شیخ قاسم ثانی ملک دینار کا مقابلہ نہ کر سکا سراسیمہ ہو کر گوادر بھاگ گیا۔

شیخ بلال نے اطلاع پا کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ کیچ پر حملہ کر دیا مگر ذکریوں سے شکست کھا کر تمپ بھاگ گیا۔ وہاں بھی ذکریوں نے اسے ٹکنے نہ دیا مختصر لڑائی کے بعد پسپا ہو کر گوادر کی طرف بھاگا اور راستہ میں زخمی حالت میں ایک چشمہ پر ٹھہرا ہُوا تھا کہ ذکریوں نے تعاقب کرتے ہوئے اُسے جا لیا اور زخمی حالت میں اس کو شہید کیا۔ آج تک وہ چشمہ سردار بلال کے نام سے "سردار آپ" مشہور ہے۔

شیخ قاسم ثانی نے نادر شاہ سے امداد طلب کی تاکہ وہ اپنے چچا کے قتل اور بلیدیوں کی شکست کا بدلہ لے سکے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور گوادر میں نظر بند کر دیئے گئے اور اس کے خاندان کو وہاں سے جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں سے بلیدی گیبھ اور ایرانی مکران کے قصر قند چلے گئے۔ اس طرح ۱۷۴۰ء میں گچکی مکمل طور پر مکران کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے۔

بلیدی ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء کے بعد کے چند سالوں میں برسرِ اقتدار آئے اور ۱۷۴۰ء مطابق ۱۱۵۳ھ میں اُن کے اقتدار کا ستارہ غروب ہو گیا۔ تقریباً سو سال تک انہوں نے حکومت کی اور ساتھ ساتھ ذکری مذہب کی بھی تبلیغ کی۔

## مذہبی عروج

ابوسعید بلیدی کے متعلق جس طرح کہا جاتا ہے کہ وہ سید محمد جونپوری کا بالواسطہ یا بلاواسطہ خلیفہ تھا اور ان علاقوں میں وہ مہدویت یا ذکریت کی تبلیغ کے لیے آیا تھا یا اس کو

بھیجا گیا تھا تو یقیناً حصولِ اقتدار کے بعد اس نے اور اس کے جانشینوں نے انتھک کوشش کی ہو گی کہ یہ مذہب دُوسرے قبائل تک پہنچے اور وہ اس جدید مذہب کے رنگ میں رنگے جائیں۔

جناب رحیم داد خاں مولائی شیدائی لکھتے ہیں "مسلسل ایک صدی کی تبلیغ سے بلوچ اور براہیوں کے بعض جرائر قبائل اس فرقہ میں شامل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اس مذہبی تحریک نے سیاست کا جامہ پہن لیا اور اس فرقہ کا ڈنکا ایک کونے سے دُوسرے کونے تک بجنے لگا" (بحوالہ مہدوی تحریک صـ۲۶)

ذکری رہنما جناب عیسٰی نوری لکھتا ہے "شیخ علائی اور عبداللہ نیازی کے دور میں ہندوستان میں جس طرح دین مہدی کی تبلیغ بڑے انہماک سے ہو رہی تھی۔ اسی زمانے میں بلوچستان میں اور خصوصاً مکران میں ذکری مبلغ دین مہدی کی تشہیر و تبلیغ میں محو و منہمک تھے اور بڑی تندہی سے اس کو پروان چڑھا رہے تھے ان کا دور سلیم شاہ افغانی کا دور تھا" (ذکری تاریخ کی روشنی میں صـ۳۵)

نیز ایک جگہ لکھتا ہے

"میاں مصطفٰے گجراتی بھی مہدوی تھے اور ان کے دَور میں جیسا کہ ہندوستان میں مہدوی تحریک بام عروج پر پہنچ چکی تھی اسی طرح ذکری تحریک عروج پر تھی" (ذکری تحریک تاریخ کی روشنی میں صـ۴۲)

عیسی نوری نے اپنی کتاب میں ہندوستان کے مہدوی مبلغین کا نام اور سید محمد جونپوری کے خلفاء کا نام تو لکھا ہے لیکن مکران اور بلوچستان کے کسی بھی مبلغ کا نام اور اس کا کارنامہ درج نہیں کیا ہے۔ عیسٰے نوری کم از کم دو چار نام لکھ دیتے کہ فلاں مبلغ نے فلاں کے دَور میں فلاں کارنامہ انجام دیا تھا۔ عیسٰی نوری کی کتاب میں صرف مہدویوں کا کارنامہ درج ہے۔ ذکریوں کا نہیں۔ حالانکہ ذکریوں میں اور مہدویوں میں سخت مغایرت ہے۔ عیسٰی نوری کو شہاب الدین ید اللّٰہی سربراہ فرقہ مہدویہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ شکست خوردہ مہدوی ذکریوں کو اپنے ساتھ ملا کر سیاسی طور پر اپنی اعدادی قوت بڑھانا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان میں اور مہدویوں میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔

## فرقہ ذکریہ اور مہدویہ میں فرق

مہدوی محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ذکری محمد اٹکی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مہدوی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں ذکری اُس کے مُنکر ہیں۔ مہدوی محمد عربیؐ کی شریعت کو مانتے ہیں۔ ذکری اس کے منکر ہیں۔ مہدوی قرآن مجید کو محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم پر منزل مانتے ہیں اور قرآن میں "محمدؐ" سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مراد لیتے ہیں اور ذکری اُس کے منکر ہیں۔ مہدوی، سید محمد جونپوری

انسان سمجھتے ہیں ۔ ذکری اپنے مہدی کو انسان نہیں سمجھتے ۔ مہدوی جونپوری کے والدین کا اقرار کرتے ہیں ۔ ذکری مہدی کو ماں باپ سے پاک سمجھتے ہیں ۔ مہدوی اس کے قائل ہیں کہ جونپوری انتقال کر گئے مگر ذکری اپنے مہدی کو زندہ خدا کے پاس عرش پر بیٹھا ہوا تسلیم کرتے ہیں ۔ نیز کہتے ہیں کہ خدا عاشق اور مہدی اس کا معشوق ہے ۔ مہدوی نماز کی فرضیت کے قائل ہیں ۔ ذکری اُس کے مُنکر ہیں ۔ مہدوی بشرط استطاعت حج بیت اللہ کو فرض سمجھتے ہیں ذکری اُس کے منکر ہیں ۔ اس کے برعکس قربت کے پہاڑ "کوہ مراد" کی زیارت کو فرض سمجھتے ہیں ۔ اور وہیں حج کرتے ہیں ۔ مہدوی شرعی وضو کے قائل ہیں ، ذکری منکر ہیں ۔ مہدوی جنب میں غسل کو فرض سمجھتے ہیں اور ذکری غسل جنابت کے منکر ہیں ۔

کیا عیسٰی نوری صاحب اب بھی اپنے آپ کو مہدوی کہتے ہیں ، سید محمد جونپوری کے عقیدت مندوں کا تو یہ عقیدہ نہیں ۔ میرے خیال میں مہدویوں کے نزدیک اس طرح کا عقیدہ رکھنے والا شخص مُسلمان نہیں کیا عیسٰی نوری اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان کے مذہبی پیشوا دُنیا میں بیٹھے بیٹھے جنت کی زمیں فروخت کرتے ہیں

خدا تعالےٰ تمہیں اور تمہاری قوم کو صحیح ہدایت دے ۔ کیا ذکری مذہبی رہنماؤں نے اپنا یہ فقہی مسئلہ نہیں بنایا ہے کہ

حلال اند حوراں سیمین بدن ! چہ مادر چہ خواہر چہ دختر چہ زن
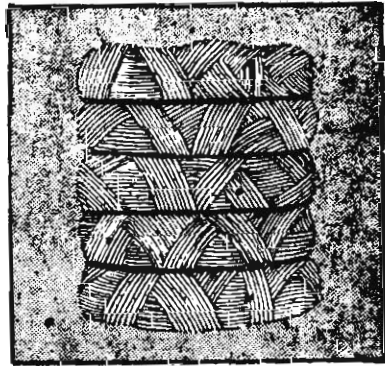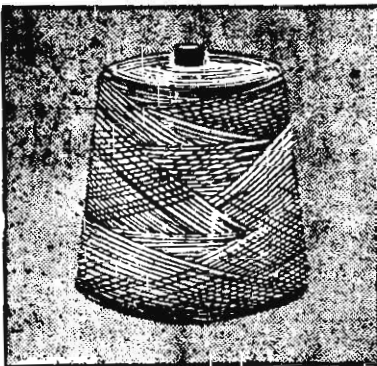
# ملفوظات مولانا عبداللہ شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

**فرمایا** ۔ انسان شکل و صورت کا نام نہیں حقیقتاً انسان انس باللہ کا نام ہے ۔

فرمایا ۔ اصل مقصدِ انسانیت تعلق سے وابستگی ہو جائے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جُڑ جائے ۔ جس قدر انسانی تعلق رب تعالیٰ سے جُڑتا جائے گا انسانی مقصد کی تکمیل ہوتی جائے گی ۔

فرمایا ۔ قبولیت اعمال کا مدار اتباعِ محمدی ، رضائے الٰہی اور ایمان صالح سے ہے ۔

فرمایا ۔ توکل علی اللہ ، توفیق ذکر اللہ ، اطمینانِ قلب اہل اللہ کے فیض صحبت سے نصیب ہوتا ہے ۔

فرمایا ۔ نیکی کثرتِ عبادت کا نام نہیں ، معاملات کی درستی کا نام نیکی ہے ۔

فرمایا ۔ تصوف عین شریعت ہے اور شریعت عین تصوف ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔ تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی ظاہر کو آباد کرے ۔ احکام شریعت سے اور باطن کو آباد کرے ۔ اخلاق حمیدہ سے یا بلفظ دیگر ظاہر کو آباد کرے ۔ آداب شریعت سے اور باطن کو آباد کرے محبت الٰہی سے شریعت احکام زندگی کا نام ہے اور تصوف اخلاق رذیلہ کے دفعیہ اور اخلاقِ سے متصف ہونے کا نام ہے ۔ علم و عمل و احسان لازم و ملزوم ہیں ۔

احکامِ الٰہی کا جب تک علم نہ ہو عمل ممکن نہیں اور عمل کے بغیر علم بے سود ہے اور علم و عمل دونوں بلا احسان ناقص ہیں ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینھما فقد تحقق ۔ یعنی جو صوفی بنا اور علم حاصل سے بے بہرہ رہا زندیق ہوا ۔ اور جس نے علم دین حاصل کیا مگر تصوف حاصل نہ کیا فاسق بنا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا پس اس نے تحقیق سے کام لیا ۔

یا تصوف نام ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔ یعنی عبادت اللہ تعالیٰ

کی اس طور سے کر کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو پس تحقیق وہ تو دیکھتا ہے تجھ کو اس کا نام حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے احسان سے تعبیر فرمایا (کذا فی صحیح البخاری) تصوّف کی اصل احسان ہے جو کہ عبارت ہے صدق توجہ الی اللہ ہے۔

فرمایا۔ تصوّف کے اصل اصول قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ ہمیں اس تصوّف کی ضرورت نہیں۔ جو قرآن وسنت میں نہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کل حقیقۃ علیٰ اخلاف الشّریعۃ زندقۃ باطلۃٌ ۔ "جو حقیقت (تصوّف) شریعت کے خلاف ہو وہ بے دینی ہے اور مردود ہے۔"

پھر فرماتے ہیں : الطّرق کلھا مسدودۃ علی الخلق الاعلیٰ من اقتفیٰ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کل مخلوق پر سب راہیں بند ہیں سوائے اس کے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے قدم بقدم چلے۔"

تصوّف میں پہلے علم شریعت پھر عمل شریعت کی سخت ضرورت ہے۔ کبھی کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اور طریقِ بدعت کو اختیار کر کے ولی نہیں ہُوا۔ آج کل اکثر صُوفیاء اپنے کو قلندری ملامتی کہلا کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں حالانکہ ان کا ظاہر شریعت مطہرہ کے خلاف ہے یہ مقبول عنداللہ نہیں۔

عندالمحققین کمالات دو چیزوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک ظاہر کو آباد کرے احکامِ شریعت سے اور دوسرا باطن کو آباد کرے اخلاقِ حمیدہ سے۔ جب مجھے حضرت فضل علی قریشی قدس سرہٗ العزیز نے خلافت بخشی تو فرمایا "توں قلندری بننا"، تعجب ہُوا قلندری تو بے دین لوگوں کو کہتے ہیں۔ تشفی کے لیے عرض کیا حضرت! قلندری تو بے دین لوگ ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہ نہ جو تجھے گالیاں دے دُعا کرنا جو تجھے تکلیف دے احسان سے پیش آنا اس کا نام قلندری ہے۔ واعف عن ظلمت واحسن الیٰ من اساء لکَ الیکَ ۔

فرمایا : توکّل نام ہے خُدا کے سوا کسی پر نظر واعتماد واعتقاد نہ رہے۔

؎ نہ ہم کسی کے نہ کوئی ہمارا ہم سب اُسی کے وہی ہمارا

تصوّف کا حاصل ہے روٹی اور خودی مٹ جائے۔ روٹی کا مٹنا قدم اوّل ہے اگر روٹی باقی ہے تو شرک باقی ہے۔ اسی طرح خودی کا مٹنا قدم ثانی ہے۔ اگر خودی باقی ہے نفس زندہ ہے۔

فرمایا : تبلیغ توحید کرنا یہ انبیائی کام ہے۔ مُرشدؒ[1] کی خدمت میں حاضر تھا توحید کی بات ہو رہی تھی عرض کیا حضرت! دُعا کریں میرا ایک خدا پر ایمان ہو جائے۔ آپ نے حیرت کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا ہیں! تیرے بہت خدا ہیں۔ مَیں نے عرض کیا حضرت! اگر ایک دو ہوتے کسی کو صبح کو منا لیتا کسی کو شام کو منا لیتا

---

[1] مولانا فضل علی قریشی نقشبندی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

بیوی میری خدا اولاد میری خدا، دُکان جائداد، ملازمت میری خُدا ہے۔ قرآن میں نہیں آتا ؟ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ "کیا تُو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے "۔

فرمایا۔ ایک دفعہ مُرشد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پُوچھا توحید کسے کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا خدا را واحد گفتن فرمایا نہ خدا را واحد بودن صرف ایک اللہ کا ہو جانا غیر کا نہ ہونا۔

فرمایا۔ درد دل پیدا کر

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو : ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیان

کیا بندگی کے لیے فرشتے تھوڑے تھے ؟

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ نے فرمایا : سعدی بیا ترا قطبی دہم "سعدی آ میں تمہیں قطب بنا دوں"۔

شیخ سعدی نے عرض کیا اے شیخ ! مرا قطبی در کار نیست ، اگر خواہی داون چیزے مرا درد دل بدہ "حضرت ! مجھے قطب بننے کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہو تو درد دل والا بنا دیں" تو شیخ نے فرمایا "این کار برائے مدت درکار است" "اس کام کے لیے مدت درکار ہے"۔

فرمایا۔ اگر کوئی مُشکل پیش آجائے تو خدا تعالےٰ کے دربار میں جھوٹا موٹا رو۔ اگر رونا نہیں آتا تو منہ بنا کر رو۔ انشاء اللہ تعالےٰ تیرے میرے جھوٹے رونے کو بھی قبول فرمالیں گے۔ بادشاہ کی عدالت کوئی شخص جھوٹا موٹا روئے بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ یہ جھوٹ موٹ رو رہا ہے تو اُس کا غصہ بجائے عفو درگزر کرنے کے تیز ہو جاتا ہے مگر وہ رب رحیم احکم الحاکمین ایسی مہربان ذات ہے کہ ہمارے جھُوٹے مُوٹے رونے کو بھی قبول کر لیتی ہے۔

ماں سے ایک دفعہ مانگو دے گی دو دفعہ مانگو گے دے گی بالآخر ناراض ہو جائے گی مگر وہ مہربان ایسی ذات ہے کہ نہ مانگو ناراض ہو جانے والی ذات ہے کہ کون ہے جو ہمارے سوا کوئی اور کسی کو دے سکے۔

فرمایا۔ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ علماء کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے پُوچھا کہ تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے تمام غم اور مصائب ختم ہو جائیں۔ سب نے عرض کیا حضرت ضرور بتائیں۔ فرمایا۔ اجمل یاس مما فی ایدی الناس تکن اغنی الناس "مخلوق سے بے نیاز ہو کر ایک اللہ کے ہو جاؤ تمام غم ختم ہو جائیں گے"۔

فرمایا۔ حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ عرض کیا حضرت مجھے شادی کا تعویز چاہیئے۔ آپ نے فرمایا میں تعویز جانتا نہیں۔ اُس

نے کہا میں مانتا نہیں۔ حضرت نے بہت انکار کیا مگر وُہ نہ مانا۔ بالآخر حضرت نے ایک تعویذ لکھ دیا۔ جب کام ہو گیا تو تعویذ کو کھول کر دیکھا۔ لکھا ہُوا تھا "اے اللہ! تو جانتا ہے میں تعویذ جانتا نہیں یہ مانتا نہیں۔ تیرا بندہ ہے تو جان اور تیرا کام جانے "۔ تفویض الی اللہ بڑا تعویذ ہے۔ ہر مشکل امر میں تو اپنی ذات کو خدا کو سونپ دے۔

فرمایا۔ تو کہتا ہے ذکر نہیں ہوتا۔ مَیں کہتا ہوں کوئی ذات کرنے نہیں دیتی۔ تو کہتا ہے نماز میں ایک رکعت چوک گیا بلکہ کسی ذات نے چکوائی۔ حکیم الامت مرشد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوتا تو عرض کرتا حضرت! ذکر تو کر رہا ہوں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ فرماتے تھے! اللہ کے بندے! کیا یہ کم بات ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنا مبارک نام لینے کی توفیق تو دے رہا ہے۔

یابم او را نیابم جستجوے می کنم!
حاصل آید یا نہ آید آرزوے می کنم

حضرت بایزید بسطامیؒ جنگل بیابان میں چاندنی رات کے وقت تہجّد کے لیے اُٹھے اُوپر کو مُنہ کر کے عرض کیا یا بارِ الٰہ! تیری شاہی بڑی مگر یاد کرنے والے تھوڑے ہاتف۔ غیب سے آواز آئی۔ بایزید! بادشاہ اپنے دربار میں ہر کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔

یہ بھی شُکر کر اور اُس کی مہربانی سمجھ کہ تیری میری گندی زبان سے اپنا نام مبارک لینے کی توفیق تو دے رہا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے انسان کی زبان سے ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کا لفظ نکلتا ہے اُوپر سے منظوری آتی ہے تب دُوسری دفعہ اللہ کہنے کی توفیق دیتے ہیں۔

فرمایا! میری نعمت یاد رکھنا اگر کسی جگہ دین اور رواج کا مقابلہ آ دے تو شریعت کو غالب کرنا۔ مثلاً مجھے رواج مجبور کرتا ہے مگر شریعت دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے تو شریعت کو رواج پر ہمیشہ غالب کرنا۔

فرمایا۔ کُتّا پاگل ہو جائے تو سب کو کاٹتا ہے مگر اُس کو پالنے والے مالک کی پہچان ہوتی ہے مالک کو نہیں کاٹتا۔ مگر ہم تم باؤلے کُتے سے بھی بدتر ہو گئے ہیں کہ ہمیں اپنے رب تعالےٰ کی پہچان نہیں آتی۔

فرمایا۔ ہمیں حکیم، حاکم، برادری کے سامنے رونا آتا ہے ایک رونا نہیں آتا تو رب کے سامنے نہیں آتا حالانکہ کام بھی وہی ہوتا ہے جو رب کو منظور ہوتا ہے۔

فرمایا: ذکر اللہ میں انوار نظر نہیں آرہے ہے پھر بھی شکر کہ اللہ تعالےٰ نے بندگی میں تو لگا دیا ہے۔

ع رو شکر کن در کار خیرت بداشت　　نہ چوں دیگراںت معطل گذاشت

وگرنہ یہ فرما دیتے کہ نکل میں اپنے دروازے پہ اُسنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

ع بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن　　کہ خواجۂ روش بندہ پروری داند!

اگر کوئی مقصد حاصل نہیں ہو رہا پھر بھی رب تعالےٰ کو ایسے منظور ہو گا جیسے سردار کو غلام کے پالنے کی اٹکل آتی ہے۔

فرمایا۔ طالب کی طلب صحیح سے خدا ملتا ہے۔ ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے عرض کیا حضرت بہت نہ روئیں آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ فرمانے لگے اگر آنکھوں کے بدلے یار ملتا ہے تو یہ آنکھیں چلی جائیں یار مل جاوے۔ وگرنہ یہ آنکھیں یار کے سوا کسی غیر کو تو نہ دیکھیں۔

ع دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید!

"طلب سے ہاتھ نہ چھوڑوں گا یا یار مل جائے یا جان چلی جائے"

فرمایا۔ مومن اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ ایک شخص ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بزرگوں کی دہشت ہوتی ہے۔ دیکھ کر ڈر گیا کہنے لگا: اَمْ اَنْتَ جِنِّیٌّ اَمْ اَنْتَ اِنْسِیٌّ خَوَّفْتَنِیْ۔ "تو جن ہے کہ انسان ہے مجھے ڈرا دیا ہے"

بزرگ نے فرمایا: اَمْ اَنْتَ کَافِرٌ اَمْ اَنْتَ مُؤْمِنٌ شَکَّکْتَنِیْ "تم مومن ہے یا کافر ہے کہ مجھے شک میں ڈال دیا ہے"

اُس شخص نے جواب دیا: اَنَا مُؤْمِنٌ "میں مومن ہوں"

بزرگ نے فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہ "مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا"

فرمایا۔ تصوف میں اصل ضرورت ہے اہل اللہ کے فیض صحبت کی۔ باتوں سے کام نہیں بنتا۔

ع قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کامل پامال شو

"باتونی نہ بن حال والا بن اگر حال والا بننا چاہتے ہو تو کسی کامل کے سامنے پامال ہونا پڑے گا"

ع گر تو سنگ خارۂ مرمر شوی　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی!

صحبت کی آخر کوئی وجہ تو تھی کہ امام احمد بن حنبل بشر حافی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کسی نے پوچھا آپ اتنے بڑے عالم ہو کر بشر حافی کی خدمت میں کیوں جایا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

اُن کی خدمت میں جا کر ایسی باتیں ملتی ہیں جو کتابوں میں بھی نہیں ہوتیں ۔

مُحدّثِ اُمت حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جب دار العلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھی ۔ دورۂ شریف کے اختتام پر فرمایا ہزار دفعہ بخاری پڑھو جب تک کسی کامل کے جوتے نہ اٹھاؤ گے کچھ نہیں ملے گا ۔ مجھے وہ لفظ ابھی تک یاد ہیں ۔

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باطنی قرب کے باوجود محض اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ادنیٰ صحابی کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکا کہ اویس قرنی "بدنی قرب" نہیں رکھتے تھے جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو حاصل تھی لہٰذا صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں اور علم بھی بغیر صحبت غیر منتفع ہے ۔

(از مکتوبات مجدد نور اللہ مرقدہٗ)

فرمایا ۔ حکیم الامت مرشد تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عالم فارغ کو چاہیئے کہ چھ ماہ تک کسی متبع سُنّت کامل کی صُحبت میں رہے ۔ اور پھر وہاں مہمان بن کر نہیں خادم بن کر اپنی ذات کو مٹا کر جائیں ۔ یہ نہ کہ میں فلاں عالم یا سیّد زادہ یا پیرزادہ یا فلاں خاں صاحب ہوں ۔

سہ پیشِ رہبر ذلیل ہو جاؤ ! | متبع بے دلیل ہو جاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہو جاؤ | یعنی اللہ کے خلیل ہو جاؤ

جناب وحید الرحمٰن شاہ صاحب ۔ ایم اے
صدر شعبۂ اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج پشاور

ایک تحقیقی مقالہ
صوبہ سرحد کے مشاہیر علماء و مشائخ

# حضرت اخوند محمد نسیم رح بابا صاحب اوچ شریف

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی یہ نامور ہستی حضرت علامہ محمد نسیم صدیقی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰؍شعبان ۱۲۳۰ھ) بمطابق ۶؍جون ۱۸۱۶ء علاقہ دیر مالاکنڈ ایجنسی میں بمقام اوچ جنگڑئی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد بزرگانِ دین اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ جو فریضۂ حق ارشاد و تبلیغ کی ادائیگی کی خاطر عرب سے کابل (افغانستان) ہوتے ہوئے اوچ (دیر) تشریف لاچکے تھے۔

آج سے تقریباً دوسو سال قبل آپ (بابا صاحب محمد نسیم رحمۃ اللہ علیہ) نے تقریباً تیرہ سال کی عمر میں ہندوستان جاکر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی[1] رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء) اور دوسرے علماء کرام سے تحصیل علوم ظاہری کی۔ پھر دہلی جاکر قدوۃ الاصفیاء حضرت حبیب اللہ مشہور بہ مظہر جان جاناں صاحب شہید[2] دہلوی (م۔ ۱۰؍محرم الحرام ۱۱۹۵ھ) سے بیعت ہوئے۔ تکمیل معارف باطنی اور استفادہ بارہ سال کے بعد ماذون و خلیفہ ہوئے۔

---

۱؎ قاضی ثناء اللہ پانی پتی: قاضی صاحب شیخ جلال الدین کبیر کی اولاد سے ہیں۔ جن کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثالث سے جاملتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کا عالم متبحر اور فقہ اور اصول میں اس کو مجتہد کا درجہ حاصل تھا۔ کتب حدیث کی سند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م۔ ۱۱۷۶ھ) سے حاصل کی۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ آپکے پیر طریقت، حضرت محمد نسیم رح شاگرد اور پیر بھائی تھے۔ تیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

۲؎ حضرت مظہر شہید دہلوی: آپ کے والد ماجد شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے منصب دار اور خاص مصاحبوں

(باقی اگلے صفحہ پر)

رُخصت کے وقت علاوہ دیگر تشریفات و تبرکاتِ عالیہ نور محل بمقام اوچ شریف ضلع دیرہ، جو بادشاہ وقت سے من جملہ تبرکات موئے مبارک حضور سرور کائنات محمد صلے اللہ علیہ وسلم (دو عدد) حضرت مرزا مظہر شہیدؒ کو حاصل ہو گئے تھے بابا صاحب اوچ شریف حضرت محمد نسیمؒ کو مرحمت کر کے رُخصت فرمایا۔
تبرکاتِ عالیہ اور پانچ سو تک علوم نقلیہ و عقلیہ و تصوف وغیرہ کی کتابیں جو اکثر قلمی ہیں اونٹوں وغیرہ

---

(بقیہ حاشیہ) میں سے تھے۔ آپ کا اسم گرامی میرزا جان تھا۔ سلسلۂ نسب آپ کا بتوسط محمد حنفیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ جس زمانے میں شاہ اورنگ زیب مرحوم علاقہ جات دکن میں مصروف تھے، حضرت میرزا جان صاحبؒ ترک منصب و ترک تعلقات کر کے اپنے خاندان سمیت دار الخلافہ اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں بمقام کالا باغ جو مالوہ کی حدود میں ہے قیام ہوا۔ جمعہ کی رات (گیارہ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۷۰۰ء) کو حضرت شہید نور افزائے عالم ہوئے۔ جب شاہ عالمگیرؒ کو آپ کی پیدائش کی اطلاع پہنچی تو فرمایا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے۔ چونکہ باپ کا نام مرزا جان ہے تو آپ کا نام جانِ جان ہم مقرر کرتے ہیں۔ اس تقریب سے یہ مبارک نام رکھا گیا جو بعد کو بوجہ آپ کے کمال حسن و جمال "جان جاناں" کے نام سے مشہور ہوئے۔ مظہر تخلص فرمایا۔ شمس الدین حبیب اللہ لقب ہوا۔ بادشاہ وقت کے ایک شیعہ وزیر نے اشارت پر جو آپ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا تھا، اس کے ملازم (جو ایک کینہ توز شیعہ تھا) نے رات کے وقت جبکہ آپ تہجد پڑھ رہے تھے، پستول کا فائر کر کے سینہ مبارک پر گولی لگائی۔ شدت زخم سے آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش آنے پر قاتل کو فرمایا بھاگ جاؤ کہ کوئی گرفتار نہ کر لے۔ ساتویں محرم الحرام ۱۱۹۵ھ کی رات زخمی ہوئے۔ تین دن زندہ رہ کر دسویں رات عاشورہ کو اپنے جدِ امجد کے نقشِ قدم پر جامِ شہادت نوش فرما کر چوراسی سال کی عمر میں واصل بالرفیق الاعلےٰ ہوئے۔ جامع مسجد کی جنوبی جانب بازار سے متصل چتلی قبر حویلی حضرت بی بی صاحبہ میں خانقاہ و مسجد کے قریب بعد نماز جنازہ جو بڑے ہجوم و ازدحام اہلِ اسلام کی شرکت میں ادا ہوئی، مدفون ہو کر حاضرین کو اشکبار چھوڑ گئے۔ کسی نے حدیث شریف کی عبارت سے تاریخ وفات نکالی ؎

| | |
|---|---|
| ہست حدیث پیغمبر | صلے اللہ علیہ الاکبر |
| عاش حمیدا مات شہیدا | سال وفاتِ مرزا مظہر |

۱۱۹۵ھ

کے ذریعے اوچ اپنے ساتھ لائے اور اس وقت سے خاندان نسیمی صدیقی میں جو صاحبزادگان کے ساتھ مشہور ہے ایک خاص مکان میں محفوظ و موجود ہیں۔

تقریباً ۱۲۰۰ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں حضرت اخوند محمد نسیم صدیقی صاحب مرحوم نے ہندوستان سے واپس آکر اپنا مشن جاری رکھا۔ آپ نے اپنی ہی زندگی میں ۱۲۱۱ھ بمطابق ۱۷۹۶ء میں آبائی گاؤں اوچ میں مسجد بنوائی اور اسی تاریخی مسجد میں آپ نے "مدرسہ دیر اوچ" کے نام سے درس و تدریس اور تصوف و طریقت سے مستقل طور پہ کام شروع کیا۔ اسی وقت علاقہ دیر کے مقام اوچ کو سوات، چترال اور باجوڑ کو علوم اسلامیہ اور فارسی زبان کے یونیورسٹی کا مقام حاصل تھا۔ جس سے بے شمار تشنگان علوم ظاہری و باطنی نے اپنی پیاس بجھائی۔ جن میں سے مندرجہ ذیل علمائے کرام اور صوفیائے عظام خصوصی طور پہ مشہور ہیں:۔

۱۔ **کوٹکی بابا صاحبؒ**: آپ حضرت سیّد علی ترمذی معروف بہ پیر بابا صاحبؒ (م۔ ۹۹۱ھ) کے نواسے اور کوہ ٹیگرام کے رہنے والے تھے وہیں مدفون ہیں۔ ان کی اولاد بھی کوہ ٹیگرم میں آباد ہے۔

۲۔ **باباجی صاحب کالوماٹیؒ**: حضرت اخوند محمد نسیم صاحب بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے غلام محمد صدیقی معروف بہ باباصاحب کالومانی (دیر) آپ کے شاگرد و خلیفہ و مجاز تھے۔ مرقد کالومانی میں ہے۔ اولاد اوچ اور کالومانی دونوں جگہ آباد ہیں۔

۳۔ **باباصاحب دیرؒ**: باباصاحب اوچ کے شاگرد و خلیفہ مجاز تھے۔ دیر میں مزار شریف ہے۔ اولاد صاحبزادگان سے مشہور ہے۔ صاحبزادہ صفی اللہ سابق ایم این اے دیر ساکن صاحب آباد (دیر) ان کی اولاد میں سے ہیں۔

۴۔ **باباصاحب میاں کلیؒ**: خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ باباصاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور جندول (باجوڑ) میں مدفون ہیں۔

حضرت اخوند صاحب محمد نسیمؒ کے مندرجہ ذیل چھ فرزند ارجمند تھے:۔

(۱) صاحب زادہ غلام محمد صاحب المعروف بہ باباجی صاحب کالومانی (دیر)،
(۲) صاحبزادہ غلام محی الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۳) بابازادہ میر حسین صاحب المعروف بہ کوٹکی بابا صاحب۔
(۴) صاحب زادہ حضرت مرید احمد صاحب المعروف بہ گھڑے باباجی صاحب۔
(۵) صاحب زادہ زین العابدین صاحب المعروف بہ شیخ العرفار باباصاحبؒ
(۶) صاحب زادہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی اولاد مُلک کے مختلف حصوں میں آباد ہے۔ لوگ اُن کو بڑے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ کے خاندان میں بڑے بڑے علمار، فضلار گزر چکے تھے اور صاحبزادگان سے مشہور و معروف ہیں۔ صاحب زادہ مولانا نقیب[۱] احمد صاحب اچوی (م۔ ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۳۶۸ھ) جنہوں نے مختلف کتب پر پشتو اور فارسی میں حاشیے بطور شرح کے لکھے ہیں۔ اور پھر شائع بھی ہوئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عزیز مولانا عبدالعلی صاحب دہلوی" مرحوم کے شاگرد اور" حکیم محمد اجمل خان " کے شاگرد حضرت مولانا حکیم محمد امیر[۲] آغا جان صاحب مرحوم (م۔ ۲ ررمضان ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۱راکتوبر ۱۹۷۲ء) جو رفیق حجاج، سفرنامہ حجاج اور یادگار آغا و گلدستہ زیبا کے مصنف ہیں اور حضرت مولانا صاحب زادہ محمد حنیف اللہ مرحوم (م۔ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء) ضلع خیرپور سندھ وغیرہ سب حضرات اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

# تبرکاتِ عالیہ

رخصت کے وقت حضرت مظہر جانِ جاناں شہید دہلوی نے اپنے نامور خلیفہ مجاز حضرت اخوند محمد نسیم باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو تبرکات عطا کر دیئے تھے اور جن کو آپ نے تقریباً ۱۲۰۰ھ کو بڑی احتیاط کے ساتھ دہلی سے اوچ (دیرہ) اونٹوں وغیرہ کے ذریعہ پہنچایا آج کل صاحبزادگان کے تعمیر کردہ ۱۳۰۰ھ کا نورمحل دراحاطہ تاریخی مسجد اوچ (مدرسہ اوچ دیرہ) میں موسوم بہ " حضرات " موجود ہیں۔ زائرین بہ آسانی زیارت کر سکتے ہیں۔ دور دراز کے مسافر زائرین کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ صاحب زادگان نہایت فراخ دلی اور خلوص و محبت کے ساتھ خواہشمند حضرات کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ تبرکات عالیہ مندرجہ ذیل ہیں :-

---

[۱] اس وقت بھی مولانا بشیر احمد صاحب جو صوفی بزرگ ہیں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کے فاضل ہیں مدرسہ مظہر الاسلام کے نام سے اوچ میں مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مولانا فضل منان فاضل دارالعلوم حقانیہ، مولانا سید الشاہدین فاضل مظاہر العلوم سہارنپور مولانا رقیب احمد فاضل دیوبند اور اس طرح کئی علمار اوچ میں مقیم ہیں۔

[۲] صاحبزادہ حکیم محمد امیر آغا جان صاحب نے سند حدیث مدرسۃ الاسلام دہلی کے اساتذہ حضرت عبدالعلی صاحبؒ اور مولانا احمد علی صاحب سے حاصل کی۔ اور طبیہ کالج دہلی سے حکیم محمد اجمل خان کے شاگرد رہے۔ اسی کالج سے فارغ ہو کر ۱۹۱۵ء کا سلور میڈل بھی حاصل کیا۔

**۱۔ اعظم التبرکات موئے مبارک سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلّم** یہ دو عدد موئے مبارک ہیں ان کو ایک لیمپ نما شیشے میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک پرانا خط بطور سند کے رکھا گیا ہے جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے :۔

دو عرضداشت کمترین فدویان قدم بوس درویشان فقیر حقیر اخوندزادہ عبد اللہ بجناب حضرت مشیخیت پناہ حقیقت اگاہ اخوندزادہ جیو۔ درانوقت کہ از دلی شریف روانہ شدہ بود۔ درراہ چنین التماس شد کہ اللہ تعالے اگر موئے مبارک را بخیر و عافیت بوطن اسانداین حقیر را بعد از چند مدّت بیک جزر از اشعار شریف بنوازند حضرت ایشان در جواب فرمودند کہ اگر اللہ تعالے مایا نرا۔ مع اشعار شریف بوطن اسانند سوال شمارا بجا خواہم آورد فی الحال ہر کہ مرضی صاحب است حال رقمیہ مہربانی فرمایند ہوالمقصود و اگر فرمایند برادر را می فرستم یا خود بخدمت حاضر خواہم شد زیادہ بخیر باد ؛؛

**۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سبز کلاہ** ان نوادرات میں سات عدد کلاہ ہیں جن میں سے ایک سبز کلاہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ (م ۔ ۲۸ ؍صفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۰؍دسمبر ۱۶۲۴ء) کی محفوظ ہے۔

۳ ۔ اس وقت کے سوّلہ عدد قطعات غلاف حرمین الشریفین بھی محفوظ رکھے گئے ہیں۔

۴ ۔ حضرت مظہر جان جاناں شہید دہلوی کی شہادت کے وقت کے خون آلودہ کپڑے بھی محفوظ ہیں۔ شہادت چونکہ ۶ ؍جنوری ۱۷۸۱ء (۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ) کو ہوئی تھی یعنی سخت سردی کے ایام تھے اس لیے میرزا صاحب روئی کا فرغل پہنے ہوئے تھے۔ بائیں طرف دل کے قریب وہ فرغل طپنچے کی ضرب سے خون آلودہ ہے اور اس وقت تہہ بھی ہے جس کے سامنے کے حصّہ میں دو چھوٹے چھوٹے سوراخ ہیں۔ اور پچھلے حصّہ میں بڑے بڑے سوراخ جلے ہوئے اور خون آلودہ ہیں۔ یہیں ایک پوٹلی میں وہ دھجیاں ہیں جن سے حضرت مظہر شہید کا خون پونچھا گیا ہے۔

۵ ۔ خانقاہ نور محل میں حضرت اخوند محمد نسیم رحمۃ اللہ علیہ کے کرتے اور ٹوپیاں بھی موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اس وقت بزرگوں کے مستعمل شدہ آئینہ۔ تسبیح کے دانے، روپیہ، لونگ، نخود اور نمک وغیرہ تبرکاً محفوظ رکھے گئے ہیں۔

**۶۔ مکتوبات** مولانا اخوند محمد نسیم رحمہ اللہ علیہ ہندوستان (دہلی) سے واپس آتے ہی اپنے ساتھ حضرت میرزا مظہر جان جاناں اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے

اور حضرت مظہرؒ کے نام ان کے احباب اور مریدین و متوسلین کے لکھے ہوئے دو سو مکتوبات بھی لائے تھے جو خانقاہ نسیمی صدیقی میں ابھی تک موجود ہیں۔

ان میں حضرت مظہرؒ کے دس مکتوبات اور اُن کے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے نو مکتوبات موجود ہیں۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے نام ان کے احباب اور مریدین و متوسلین کے لکھے ہوئے مکتوبات بھی ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کی تعداد ۱۳۷ ہے۔ علاوہ ازیں ۴۴ مکتوبات ایسے جو جو حضرت مظہرؒ کے احباب اور مریدین و متوسلین نے آپس میں ایک دوسرے کو تحریر کئے ہیں یا حضرت اخوند محمد نسیمؒ کے متوسلین نے تحریر کئے ہیں۔

ان مکتوبات کو علمی حلقوں میں روشناس کرانے کی سعادت سب سے پہلے سندھ یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کے صدر (سابقہ) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کو حاصل ہوئی۔ جنہوں نے رسالہ اردو کراچی میں اس سلسلہ کی دو قسطیں شائع کرائیں۔ جولائی ۱۹۶۷ء کے شمارے میں حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے چند غیر مطبوعہ مکتوبات پیش کئے اور ان مکتوبات تک رسائی کی کیفیت بھی درج کر دی گئی۔ ہر رسالہ اردو کراچی کی دوسری اشاعت بابت اکتوبر ۱۹۶۷ء میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مکتوبات پیش کئے گئے۔

ان مکتوبات کے پہلی بار چھپنے کے بعد خاندان نسیمی اور خانقاہ نور محل (اوچ شریف) کے سجادہ نشین صاحب زادہ حکیم محمد میر آغا جان صاحب مرحوم (م۔ ۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۲ء) نے خود اپنے دست مبارک سے باقی جملہ مکتوبات کو نقل کر کے ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے پاس روانہ فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ مظہریہ کے ان دو سو مکتوبات کے مجموعے کو محترم و مشفق استاذ مولانا پروفیسر ڈاکٹر صغیر الدین صاحب شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ایاز الدین اور ڈاکٹر جناب نجم الاسلام کی رفاقت میں از سر نو ترتیب دے کر "لوایح خانقاہِ مظہریہ"، یعنی مکتوبات مدرسہ دیر ۱۹۷۲ء (بمطابق ۱۳۹۲ھ) "افریشیا پرنٹنگ پریس" ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے چھپوایا ہے۔

یہ مکتوبات باب مظہرؒ کے ۱۷۲ مکتوبات اور باب نسیمؒ کے ۲۸ مکتوبات پر مشتمل ہیں۔ باب مظہر کے مکتوبات میں چار مکتوب حضرت مظہر کے بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی، اخوند محمد نسیم رحمۃ اللہ علیہ، میر عبدالہادی اور شیخ صاحب کے ہیں۔ اسی باب میں بنام حضرت مظہر کے ۱۴ مکتوبات ہیں اور متوسلین

حضرت مظہر فیمابینھمہ ۲۱ مکتوبات ہیں۔

دُوسرے باب نسیم میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی بنام اخوند محمد نسیمؒ ، مکتوب اہلیہ حضرت مظہرؒ بنام اخوند محمد نسیم۔ مکتوب والدہ ماجدہ حضرت محمد نسیم بنام حضرت محمد نسیمؒ ، مکتوبات احباب و مریدین کل ۲۸ عدد مکتوبات باترتیب دیئے گئے ہیں۔

مکتوبات مدرسہ دیر میں عکس مکتوب نمبر ۲ حضرت مرزا مظہر جان جاناں بنام اخوندزادہ محمد نسیمؒ اور عکس مکتوب نمبر ۶،۷،۱ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بنام اخوند ملا محمد نسیم صاحبؒ بھی دیئے گئے ہیں۔ جن سے مذکورہ بُزرگانِ دین کے رسم و خط اسلوب بیان کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

۶۔ خط و کتابت کے وقت حضرت اخوند محمد نسیم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مہریں استعمال کیا کرتے تھے وہ مہریں اگرچہ اس وقت خانقاہ نورمحل میں موجود و محفوظ نہیں ہیں۔ البتہ چند ایک کلمی کُتب پر اُن کے چسپاں شُدہ نشانات دریافت ہو چکے ہیں۔ جن کے قریب اسی صفحہ پر بابانسیم رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے حضرت محمد امیر آغا جان صاحب مرحوم نے ۱۲ رشوال ۱۳۸۷ھ کو انہیں الفاظ کی اپنے قلم سے نشاندہی کی ہے۔ ایک مہر کے الفاظ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، بر آمدز باغ محمد نسیم" ہے اور دوسرے کے الفاظ "زلطف عزیز الحکیم بر آمدز باغ محمد نسیم" ہیں۔

# خانقاہ نُورمحل کی قلمی کتابیں

حضرت اخوند محمد نسیم بابا صاحبؒ دہلی (ہندوستان) سے اپنے ساتھ جو کتب اوچ (دیر) سے آئے تھے روایات کے مطابق پانچ سو بتائی جاتی ہیں۔ جو مُدّت تک دوسرے نوادرات کے ساتھ ایک خاص مکان میں محفوظ تھیں۔ مرورِ زمانہ سے مکان مذکورہ خستہ و خراب ہُوا۔ بلحاظ استفادۂ عام و زیارت خواص و عوام حضرت اخوند محمد نسیمؒ کی بنوائی ہوئی تاریخی مسجد میں جدید مکان جو نورمحل کے نام سے مشہور ہے، تیار ہو کر تبرکات والے پُرانے مکان سے اس میں منتقل ہوئے۔ جو ابھی تک محفوظ اور موجود ہیں۔ لیکن مذکورہ کتب کی تعداد اب پانچ سو سے کم ہو کر تقریباً ڈیڑھ سو تک رہ گئی ہے۔ جو اکثر فقہ، تصوّف اور نحو و صرف اور منطق کے علوم پر مشتمل ہیں۔ ان میں اکثر کتابیں اذاوّل و آخر ناقص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں ہو سکے۔ صاحب زادہ محمد میر آغا جانؒ نے ان کتابوں کی ترتیب اور جلد بندی کی ہے اور مجہول الاسماء کتب پر ان کتب کے

علوم سے متعلق نام لکھ ڈالے ہیں ۔ بعض کتابوں کے متعدد نسخے ہیں ۔ ذیل میں خانقاہ کی کتابوں کی فہرست علمی حلقوں سے روشناس کرانے کی خاطر پیش کی جاتی ہے ۔

**قرآن و تفسیر**

(۱) قرآن مجید کی قلمی ۔ جس کی کتابت نصرالدین ابن محمد قاسم ابن محمد خورشید ابن شیخ عبداللطیف نے کی ہے ۔ ابتدائی چار صفحات ناقص ہیں ۔ لہٰذا ترتیب کی خاطر مطبوعہ صفحات شامل کئے گئے ہیں ۔

(۲) سورت ہائے کلام اللہ کلمی ۔

(۳) رسالہ تجوید القرآن ، ساتھ ہی خلاصہ کنز الدقائق بھی شامل ہے ۔ دونوں قلمی دریک جلد ۔

(۴) سورت ہائے متفرقہ قلمی ۔

(۵) دقائق فیما یتعلق بذکر الجہر وغیرہ عربی قلمی و مجموعہ کنوز اسعادۃ ، فارسی ، تصوف ، جامع الفوائد عربی ، قلمی ۔

**حدیث مبارک**

(۱) بخاری شریف جزء رابع ۔ (۲) بخاری شریف دوسری جلد ، دونوں قلمی ہیں ۔ اور دونوں کے صفحات کے چاروں طرف کی لکیریں سنہری ہیں ۔

(۳) شرح بیضاوی قلمی (۴) حصن حصین قلمی (۵) شمائل النبوس قلمی (۶) حدیث قلمی ۔

(۷) مجموعہ نخبۃ الفکر ، فتوحات مکیہ ، بحر الغرائب ، کتاب اصول الفقہ ، ایک ہی مجموعہ میں مجلد ہیں ۔

(۸) مجموعہ حدیث و قرأت فارسی قلمی ۔ (۹) حدیث ، وعظ طریقۂ محمدیہ عربی قلمی ۔

**فقہ**

کنز الدقائق جس کے آخر میں لکھا ہے "تمت ہذہ النسخۃ الشریفۃ المسماۃ بکنز الدقائق فی وقت الظہر بدست الفقیر عبدالرحمٰن عفی عنہ ۔

(۲) مجموعہ مسائل شرح وقایہ تصوف عقائد ۔ (۳) مسائل مصابیح القلوب ایمان عطائی مباحثہ النفس فارسی ، قلمی ۔ (۴) رشید البیان قلمی پشتو ۔ (۵) مسائل مفیدہ قلمی ، فارسی ۔ (۶) عربی ، قلمی ۔ (۷) شرح وقایہ ۔ از اول ناقص ۔ (۸) خستہ عربی کتاب فقہ ۔

(۹) شرح " چپی مع شرح وقایہ قلمی ۔ (۱۰) کتاب مہمات المسلمین درعلم فقہ ۔ کاتب محمد یعقوب بن محمد اسحاق ساکن قصبۂ نواجہ ۔ (۱۱) کتاب الفقہ عربی ، قلمی ۔ (۱۲) ہدایہ قلمی ۔

(۱۳) کتاب الفقہ عربی ، قلمی ۔ (۱۴) شرح منیۃ المصلی عربی قلمی ۔ مدینہ منورہ میں لکھا گیا ہے ۔

(۱۵) کتاب الفقہ عربی قلمی از اول و آخر ناقص ۔ (۱۶) کتاب الفقہ قلمی ۔ (۱۷) مسئلہائے امتحانیہ فقہیہ وغیرہ ۔ شمائل نبوی کتاب النحو تینوں ایک ہی جگہ مجلد ہیں ۔ (۱۸) کتاب الفقہ عربی قلمی

(۱۹) شرح کنز الدقائق، قلمی ۔ (۲۰) اصول فقہ عربی قلمی ۔ (۲۱) کتاب فقہ قلمی (۲۲) مجموعہ رسائل فقہ میراث وغیرہ، فارسی قلمی ۔ (۲۳) کتاب الفقہ قلمی، عربی (۲۴) کتاب الفقہ، قلمی فارسی ۔
(۲۵) تجہیز المیت، نصیحت نامہ قادری مسدس، (۲۶) شرح الحافظۃ لاصول للحسامی، میراث، کتاب الفرائض از اول وآخر ناقص ۔ سراجی کتاب الفرائض ۔

**تصوف** رسالہ شرح غوثیہ ۔ رسالہ ہذا کا ایک قلمی نسخہ جو آخر سے ناقص ہے۔ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔ لیکن شارح "ولی سلوک" ہے اور خانقاہ کے رسالہ کا شارح عبدالہادی بن محمد معصوم ہے۔ ساتھ ہی دوسرا رسالہ منتقی بھی مجلد ہے۔ رسالہ غوثیہ کا ایک نسخہ بروکلمن کے مطابق کتب خانہ سکندریہ میں ہے اور تذکرہ ہند میں ہے کہ اس پر عبداللہ شطاری (م۔ ۱۰۰۲ھ) نے شرح لکھی ہے۔
(۲) قصیدہ بردہ قلمی ۔ (۳) تصوف ونحو۔ مجموعہ رسائل تصوف شرح سید السند قلمی، عربی۔
(۴) نفحات الانس فی طبقات الصوفیہ ۔ فارسی، قلمی۔ کتاب کے آخری صفحہ پر تاریخ کتاب وکاتب لکھا گیا ہے کہ "این کتاب نفحات در پشاور نویسانده محمد رحیم بیگ ولد نیاز بیگ فاران در صوبہ دار سے فاخر خان کہ نوکر بود در باشاہ محمد شاہ بادشاہ ۱۱۰۹ھ"
(۵) کتاب التصوف فارسی قلمی ۔ از اول و آخر ناقص ۔ (۶) شرح قصیدہ بردہ، مناجات النساری، اسناد وعالی گنج العرش ۔ ادعیہ وخواص کلمات طیبہ آخر میں مہر خواجہ خان النساری چپاں ہے ۔
(۷) کتاب التصوف ۔ منثور ومنظوم فارسی قلمی ۔ (۸) تصوف فارسی، قلمی مکتوبہ ۲۶ ذی القعدہ ۱۰۶۳ھ ۔ (۹) کتاب التصوف از اول و آخر ناقص ۔ (۱۰) مثنوی رومی، قلمی ۔ (۱۱) شرح قصیدہ بردہ قلمی ۔ (۱۲) کتاب التصرف من مذھب التصوف عربی قلمی ۔ (۱۳) رسائل تصوف فارسی قلمی ۔
(۱۴) کتاب التصوف ۔ (۱۵) مجموعہ تصوف وغیرہ ۔ (۱۶) مکتوبات معصومیہ موسومہ بہ بوسیلۃ السعادت ۔
(۱۷) جامع الفوائد (۱۸) کتاب التصوف ۔ (۱۹) شرح قصیدہ بردہ فارسی قلمی ۔ (۲۰) شرح امالی، تذکرۃ المذاہب مسائل ۔ جواہر الفرائض شرح قصیدہ کعب زہیر ۔

**علم صرف ونحو منطق** (۱) شرح ملا جامی عربی قلمی ۔ (۲) کتاب النحو، قلمی عربی ۔ (۳) شرح میزان المنطق ۔ (۴) ایسا غوجی در سائل منطق ۔ (۵) کتاب النحو، قلمی ۔
(۶) حاشیہ عبدالغفور عربی قلمی ۔ (۷) شرح ایسا غوجی (۸) بدیع المیزان عربی قلمی (۹) کتاب الصرف ۲ عدد قلمی ۔ (۱۰) رسالہ ملازہ علم نحو ۔ (۱۱) منطق حاشیہ عماد عربی قلمی ۔

## متفرقات

(۱) کتاب الریاضی قلمی، از اوّل و آخر ناقص۔ (۲) ادب فارسی، متفرقات قلمی۔ (۳) وعظ مسائل راحۃ القلوب فارسی قلمی۔ (۴) تمہید توحید الوسالم الشکور عربی قلمی دو عدد (۵) شرح عقائد عقیدیہ عربی قلمی۔ از محمد بن اسعد الصدیق۔ (۶) تاریخ اسلام قلمی فارسی۔ (۷) کتاب اخلاق قلمی۔ (۸) لغت عربی و فارسی قلمی از اول و آخر ناقص۔ (۹) تعلیم المتعلم عربی قلمی۔ (۱۰) صراح عربی قلمی۔ (۱۱) تحفۃ العراقیین قلمی ادب فارسی۔ (۱۲) عدو دالعلوم عربی قلمی۔ (۱۳) وعظ کنایہ شعبی۔ (۱۴) شرح عقائد نسفی، عربی، قلمی۔ (۱۵) کتاب عقائد، عربی، قلمی۔ (۱۶) کتاب الکلام۔ (۱۷) نظم متفرق پشتو۔ (۱۸) انشار فارسی قلمی۔

## قطعہ تاریخ برائے سنگِ بنیاد نُور محل

تبرکات ز پیرانِ نقشبند بہ بیبیں ! — چہ شان و شوکت ایمان فزائے نور محل
نوادرات ہم از دست میرزا مظہرؒ — فزوں کنند بحقیقت صنائے نُور محل
دو شنبہ بود، مہم از رجب بفضل الہ — کہ نصب شد ہمہ سنگ بنائے نُور محل
حقیقتے ہمہ گوید حنیفؔ در تاریخ — محیط سایۂ یزدان صیائے نُور محل

۱۳۷۰ ھ

## ماخذ مقالہ

مقالہ نگار بغرض مطالعۂ خانقاہ اخوند محمد نسیم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ الموسوم بہ خانقاہ نور محل اوچ (دیر) کے بوساطت و بہ معرفت پروفیسر قاضی فضل معبود صاحب الازہری صدر شعبۂ عربی، پشاور یونیورسٹی ساکن اوچ دیر کے دو مرتبہ حاضر ہوا۔ صاحب زادگان نے نہایت فراخ دلی اور شائستگی سے خانقاہ کے مطالعہ کا موقع فراہم کیا۔ حضرت اخوند محمد نسیم بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو معتبر اور ثقہ مواد پُرزوں کی شکل میں ہاتھ آیا ہے۔ قارئین ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک کے لیے جمع کر کے اپنی تحقیق کے مطابق مقالہ ہذا مرتب کیا۔ فہرست ماخذ مقالہ مندرجہ ذیل ہے :۔

۱ - راقم الحروف کے خط کا جوابی مراسلہ بتاریخ ۱۴ر نومبر ۱۹۷۷ء منجانب ڈاکٹر صاحب زادہ جمیل احمد صاحب مسند نشین خانقاہ نورمحل مدرسہ دیر ابن صاحب زادہ محمد میر آغا جان صاحب مرحوم ابن قطب علی صاحب مرحوم ابن لطیف اللہ صاحب مرحوم ابن غلام محمد مرحوم ابن حضرت اخوند محمد نسیم بابا صاحب اوچ -

۲ - فہرست تبرکات عالیہ کہ بذریعہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہیا شدہ اند بتاریخ دوازدہم ۱۲ ماہ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ مطابق فروری شب جمعہ ۱۹۴۶ء از دربار نورمحل واقع مسجد منتقل گشتند -

۳ - حالات تبرکات عالیہ نورمحل مرتبہ حضرت مولانا حکیم صاحب زادہ محمد امیر آغا جان صاحب مرحوم - سجادہ نشین -

۴ - یادگار آغا و گلدستۂ زیبا، قلمی از صاحب زادہ محمد امیر آغا جان مرحوم -

۵ - اصل خط معتقد یکہ بہ بابا صاحب اوچ رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ بہ ذکر موئے مبارک مشتمل است -

(۶) سوانح خانقاہ مظہریہ، یعنی مکتوبات مدرسہ دیر - مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب -

(۷) لباب المعارف، مکتبہ دار العلوم اسلامیہ کالج پشاور - مرتبہ مولانا عبد الرحیم صاحب مرحوم -

(۸) کتبہ ستون مسجدِ اخوند محمد نسیم بابا صاحب مرحوم -

(۹) کتبہ مزار اخوند محمد نسیم بابا صاحب مرحوم -

(۱۰) کتبۂ مرقد حکیم محمد میر آغا جان صاحب مرحوم -

(۱۱) قلمی کتب از حضرات خانقاہ نورمحل مدرسہ دیر اوچ -

(۱۲) رودِ کوثر - ڈاکٹر شیخ محمد اکرام

---

شفیق فاروقی

# احوال و کوائف
# دارالعلوم حقانیہ

۲۹ ربیع الاول ـــــ دارالعلوم حقانیہ کا جلسۂ دستار بندی ایک مدت سے نہیں ہوسکا اسطرح تقریباً ڈیڑھ ہزار فضلاء کی تعداد دستار بندی کی منتظر ہے۔ تاہم دیگر ممالک کے بعض طلباء فراغت کے بعد تبرکاً اساتذہ سے گاہے گاہے دستار بندی کراتے ہیں اس سلسلہ میں آج قندھار افغانستان کے تین فضلاء مولوی عبدالروف قندھاری مولوی عبدالہادی مولوی فضل الرحمان صاحب کی دستار بندی دارالحدیث میں اساتذہ کے ہاتھوں انجام پائی، جس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ بھی شریک ہوئے، طلباء نے اس خوشی میں اساتذہ اور ساتھی طلباء کو ظہرانہ دیا۔

۱۴ مارچ ۱۹۷۸ء ـــــ دارالعلوم کے ایک ہونہار طالب علم مولوی خان محمد بلوچستانی (لیشین) دارالعلوم کے سامنے گزرنے والی ریل کی پٹڑی پہ ریل کار کی زد میں آکر شدید مجروح ہوئے، موصوف اس وقت پشاور میں زیر علاج ہیں اور اب بحمد اللہ خطرے سے باہر ہیں۔

۹ ربیع الثانی مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء ـــــ پنجاب کے ایک بزرگ مولانا اللہ یار صاحب چکڑالوی اپنے بعض معتقدین سمیت حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کیلئے دارالعلوم تشریف لائے اور دیر تک آپ کے ساتھ بات چیت کی مولانا سمیع الحق صاحب نے آپکو دارالعلوم کی عمارات اور تفصیلات کا معائنہ کرایا، آپ نے کتاب الآراء میں لکھا کہ۔ لولم رأیتھا لرجعت حزینا۔ اگر میں نے دارالعلوم کو دیکھا نہ ہوگا تو مجھے بے حد افسوس رہتا۔

۲۱ مارچ ـــــ قبائلی علاقہ لنڈیکوتل کے ایک نہایت دیندار اور صاحب خیر بزرگ الحاج گل حسن صاحب جو دارالعلوم کے بھی معاون تھے، انتقال فرما گئے، نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مولانا سمیع الحق صاحب تشریف لے گئے، مرحوم کے خاندان سے اظہار تعزیت کیا، واپسی میں آپ نے پشاور میں الحاج شیر افضل خان صاحب بدرشی صدر تعمیری کمیٹی دارالعلوم حقانیہ اور حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ کی عیادت بھی کی ہر دو حضرات ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

۲۳ مارچ ـــــ دارالعلوم کے شعبۂ اطفال مدرسہ تعلیم القرآن مڈل سکول کے سالانہ امتحانات دینیات ہوئے۔

سمیع الحق

**تفسیر بیان القرآن مکمل تین جلدوں میں** — حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ - قیمت : ہر سہ جلد ۲۰۰ دو سو روپے
ناشر : مکتبۃ الحسن ۹/۴۹ عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ - لاہور

بیان القرآن بارہ جلدوں میں حکیم الامت ماہر شریعت نباض طریقت غواص اسرار قرآنی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی وہ معروف و معرکۃ الآراء تفسیر قرآن کریم ہے، جس نے اپنے وقت کے اجلہ علماء اکابر وقت اور محققین عصر سے اپنی جامعیت اور افادیت کا لوہا منوالیا ہے۔ صحیح اور فصیح بامحاورہ ترجمہ کہ سارے شبہات خود بخود ترجمہ ہی سے ختم ہو جائیں، پھر فقہی کلامی مباحث لغوی اور نحوی نکتہ آفرینیاں تصوف و سلوک کے اسرار و رموز شریعت غرّاء کی صداقت و حقانیت پر براہین قاطعہ الغرض جیسی الکتاب الکریم قرآن مجید کی شان لامحدود ہے کہ : لا تنقضی عجائبہٗ - اسی طرح اسکی تفسیر بیان القرآن کی خصوصیات اور امتیازی پہلوؤں کا سلسلہ لامحدود نہیں تو وسیع و عریض ضرور ہے۔ پھر حکیم الامت کا حکیمانہ اسلوب اور محققانہ طرز استدلال، سلف کی پیروی اور قدیم و جدید تفاسیر میں راجح ترین قول کی تتبع اور تلاش کے بعد اسے ترجیح دینا یہ سب حکیم الامت کی خصوصیات ہیں، ربط آیات و سور کا بھی انہیں ایک وجدانی ذوق حاصل تھا جسکی بناء پر قرآن کریم اوّل تا آخر ہر آیت اور ہر سورۃ ایک ہی زنجیر اور سلسلہ کی کڑیاں معلوم ہونے لگتی ہیں، بعض علماء اجلہ نے ابتدا میں اسے اردو خوان طبقہ کے افادہ کی چیز سمجھا مگر کتب تفسیر کے درس کے دوران گہری نظروں سے جب بیان القرآن کی دیگر تفاسیر متقدمین و متاخرین کے ساتھ موازنہ کر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، تو وہ اسکی عظمتوں کے اعتراف میں لگ گئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سید سلیمان ندویؒ اور کتنے ہی محقق یگانہ اس کے محاسن و کمالات میں رطب اللسان رہے۔ جن شبہات اور اشکالات کا متقدمین و متاخرین کے طویل تفسیری مباحث اور توجیہات سے ازالہ نہیں ہوتا۔ بیان القرآن کی بریکٹوں میں دی گئی مختصر عبارتوں اور کسی قید و تشریح سے یکدم حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے، سارے شبہات کافور اور دل و دماغ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ بیان القرآن پر نظر ثانی کے دوران کئی

مقامات پر ترمیم و توضیح اور کمی بیشی کی ضرورت خود مفسر علامہ کو محسوس ہوئی پھر مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے اپنی تفسیری مصروفیات کے دوران بیان القرآن کو بالاستیعاب سامنے رکھا اور بیشمار مقامات کے بارہ میں حکیم الامۃ سے مراسلت کی جس کے نتیجہ میں کئی تراجیم، توضیحات، تتمات اور تکملے سامنے آئے جس سے ترجمہ بیان القرآن کے محاسن لطافت و بلاغت اور بھی کھل کر سامنے آگئے یہ اضافات مولانا دریابادی کی تصنیف نقوش و تاثرات میں منتشر شکل میں موجود تھے، مکتبۃ الحسن نے مولانا عبدالشکور ترمذی مدظلہ کو ان تمام اضافات کو ترتیب دینے پر مامور کیا اور تھانہ بھون سے بھی حضرت قدس سرہٗ کا زیر مطالعہ نسخہ بھی منگوایا گیا، ان سب اضافات کے ساتھ موجودہ ایڈیشن اپنے حسین پیرایہ میں ہمارے سامنے ہے، اصل کتاب کو بیان القرآن کے اصل نسخہ سے ری پرنٹس (عکسی) کیا گیا ہے اور اضافات آخر میں شامل کئے گئے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ نے بیان القرآن کو بارہ حصوں پر تقسیم کیا تھا اور بڑے سائز کی دو ضخیم جلدوں میں اسکی طباعت ہوئی تھی۔ مکتبۃ الحسن نے اسے تین حصوں میں تقسیم کر کے شائع کیا ہے۔ بیان القرآن بذات خود ہر دور میں اہل علم اور شائقین قرآن کیلئے کارآمد اور ضروری تفسیر ہے مگر اب ان تراجیم و اضافات کا پہلی دفعہ مرتب شکل میں سامنے آجانا تو غنیمت کبریٰ سے کم نہیں۔ ہم ناشرین کتاب کو اس عظیم خدمت پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(سمیع الحق)

**فتح العلیم بحل اشکال التشبیہ العظیم فی حدیث کما صلیت علی ابراھیم (عربی)**

مصنف: مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور
صفحات: ۴۵۲ عربی ٹائپ میں۔
ناشر: مکتبہ امدادیہ۔ ملتان۔

مخالفین و معاندین اسلام نے ہر دور میں اسلام اور داعی اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کسی نہ کسی عنوان سے خبث باطن کے اظہار کا موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس امت کے علماء حق کو جنہوں نے مخالفین کے کسی معمولی سے معمولی تنقید و شبہات کے جواب میں بھی وہ وہ نکتہ آفرینیاں دکھائیں کہ علمی دنیا کی تاریخ اس کی مثال سے عاجز ہے، نماز میں پڑھے جانے والے درود ابراہیمی میں حضور اقدس ؐ پر بھیجے جانے والے درود کی تشبیہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درود سے دی گئی ہے۔ مخالفین نے نکتہ اٹھایا کہ مشبہ بہ کو ۔۔ مشبہ ۔۔ سے افضل اور بہتر ہونا چاہئے اسطرح تو حضرت ابراہیمؑ کی نبی آخرالزمان پر فضیلت اور برتری ثابت ہوگی جبکہ اہل اسلام کے نزدیک نبی کریم علیہ السلام افضل الانبیاء والرسل ہیں، علماء نے ہر دور میں اس اعتراض کا جواب دیا اور اس تشبیہ کے اسرار و حکم پر روشنی ڈالی۔ پیش نظر کتاب میں ہمارے فاضل اور محقق مصنف مولانا محمد موسیٰ نے اس موضوع پر اتنا مواد جمع کیا ہے کہ کسی علمی و فنی شبہ اور اشکال کے شاید ہی اتنے جوابات دئیے گئے ہوں، ایک سو تریالیس ابواب پر مشتمل اس محققانہ کتاب میں مصنف علامہ

نے اشکال کے ایک سو نوے جوابات قلمبند کئے ہیں۔ فنی انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، کمالات اخلاق وعادات معضرات وتعلیمات، غرض ہر ہر پہلو سے تمام انبیاء اور مخلوقات پر فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ کتاب کے متنوع موضوعات کی فہرست ۳۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ فاضل مصنف کو خدا نے عمیق فنی مباحث اور علوم پر تالیف وتصنیف کا ملکہ دیا ہے اور وہ مواد کا ایک ذخیرہ جمع کر دیتے ہیں ان کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف چالیس تک پہنچ چکے ہیں، جس میں آدھی تعداد فلکیات ونجوم اور ریاضی جیسے ادق مباحث سے متعلق ہیں اور ہمیں ایک گونہ اس لحاظ سے فاضل مصنف کی ذات پر فخر بھی حاصل ہے کہ انہوں نے تحصیل علم کا ایک اہم دور دارالعلوم حقانیہ میں گذارا۔ ادبی اور عربی علوم وفنون اور مباحث حدیث پر مشتمل یہ گرانقدر کتاب خالص علماء اور عربی دانوں کے استفادہ کی چیز ہے۔ اور ان حلقوں کے لئے ایک دلچسپ اور مفید تحفہ بھی۔

(سمیع الحق)

**اصلاحی نصاب** مؤلف: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، صفحات: ۵۰۰، قیمت ۹۰/ روپے
ناشر: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ۔ شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

ماضی قریب کے مصلحین اُمت میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مقام بہت نمایاں ہے۔ مرحوم نے ۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فضیلت حاصل کی اور آخر دم تک مسلمان معاشرے کی اصلاح وتہذیب میں معروف رہے۔ انہوں نے آخری عمر میں "مجلس صیانۃ المسلمین" کے نام سے ایک اصلاحی تنظیم قائم کی تھی۔ اس تنظیم کے تربیتی نصاب میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل تھیں۔

۱۔ حیات المسلمین ۲۔ حقوق الاسلام ۳۔ حقوق الوالدین ۴۔ آداب معاشرت
۵۔ اغلاط العوام ۶۔ جزاء الاعمال ۷۔ فروع الایمان ۸۔ تعلیم الدین ۹۔ قصد السبیل

مکتبہ رشیدیہ نے متذکرۃ الصدر کتابوں کو یکجا کر دیا ہے، اور اسے "اصلاحی نصاب" کا نام دیا ہے۔ "حیات المسلمین" جو اس مجموعہ کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں ایک باب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب خلیفہ مجاز مفتی محمد شفیع مرحوم کے قلم سے اور "مقدمہ حیات المسلمین" خود مفتی صاحب مرحوم کا اضافہ کردہ ہے۔ "قصد السبیل" عام فہم رسالہ نہیں ہے۔ اس لئے مولانا تھانویؒ کے متوسل شاہ لطف رسول صاحب نے اس کی تسہیل کی تھی اور حضرت مؤلف کی اجازت سے کچھ اہم اضافے بھی کئے تھے۔

"اصلاحی نصاب" حضرت تھانویؒ کے مطالعہ اور تجربہ کا نچوڑ ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اسے عام کرنے سے معاشرے کی اصلاح نہ ہو۔

(اختر راہی)

# صنعتی اور زرعی ترقی کے ذریعے پیداوار میں اضافہ

بی۔آئی۔ایم کو اعتماد ہے کہ زراعت کا جدید طرز اپنانے اور صنعت کو فروغ دینے کے ضمن میں اس کی مسلسل کوششیں مستقبل قریب میں بارآور ہوں گی

پیداواری گنجائش کا زیادہ سے زیادہ استعمال اور سائنٹیفک اصولوں کے تحت ہنرمند افرادی قوت سے پورا پورا فائدہ اٹھانا بی۔آئی۔ایم کے مقاصد کا لازمی حصہ ہے۔ اسی طرح توسیعی منصوبے بنانا اور انہیں مکمل کرنا بھی بی۔آئی۔ایم کی کارکردگی کا ایک اہم جزو ہے۔

۱۹۷۷ء کے دوران بی۔آئی۔ایم کے جو نئے منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچے ان میں ہیوی فاؤنڈری اینڈ فورج۔سوات سرامکس اور جنرل ریفریجریٹرز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۷۸ء کے شروع میں خام تیل صاف کرنے کی گنجائش میں ۱۵ لاکھ ٹن سالانہ کا اضافہ کیا جا چکا ہے۔ اور سال رواں کے اختتام تک کیمیاوی کھاد کا ایک بڑا کارخانہ، ایک بی۔ٹی۔ایکس یونٹ، کاربن بلیک کا کارخانہ، پیکو میں نئی آرک بھٹیاں خمیر تیار کرنے کا ایک کارخانہ، ایک جدید توسیع شدہ اونی پارچہ جات کا کارخانہ، اور سوتی کپڑے کے تین جدید کارخانے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ پیداوار میں اضافہ قومی دولت میں اضافے کا باعث ہوگا۔

قومی دولت میں اضافے کے لئے بی۔آئی۔ایم مسلسل کوشاں ہے۔

● فیڈرل کیمیکل اینڈ سرامکس کارپوریشن ● فیڈرل لائٹ انجینئرنگ کارپوریشن ● نیشنل ڈیزائن اینڈ انڈسٹریل۔ کارپوریشن ● نیشنل فرٹیلائزر کارپوریشن آف پاکستان ● پاکستان آٹوموبائل کارپوریشن ● پاکستان انڈسٹریل ڈیو کارپوریشن ● پاکستان ٹریکٹرز کارپوریشن ● پاکستان اسٹیل ملز کارپوریشن ● اسٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن آف پاک ● اسٹیٹ ہیوی انجینئرنگ اینڈ مشین ٹول کارپوریشن ● اسٹیٹ پٹرولیم ریفائننگ اینڈ پیٹرو کیمیکلز کارپوریش

ADGRO

AL-HAQ